جلد ٦ جولائی ۱۹۶۵ء شمارہ ۷

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ٦ روپے فی پرچہ ٦٠ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

(وفا ۱۳۴۴ھش)

ایڈیٹر

مسعود احمد خان دہلوی

قیمت سالانہ: چھ روپے // قیمت فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین!

لقائے الٰہی کے حصول کا قرآنی طریق	ایڈیٹر	۳
خانۂ دل کو بتوں سے صاف کرنے کا وسیلہ	حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۱۵
بُشْرٰی یَتَوَثَّبُ اِذَا لَاَ قَانِیْ (عربی نظم)	" " "	۱۷
کجاست طالبِ حق تا یقین فزا باشد (فارسی نظم)	" " "	۱۸
اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۹
اسلامی معاشرہ کی روح	مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے	۲۱
اطاعت کا معیار	مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے	۳۱
مجاہدۂ صحیحہ کی ضرورت	مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر	۳۵
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج	مکرم جناب نسیم سیفی صاحب	۳۹

بچوں کے صفحات:-

نبی یا رسول کسے کہتے ہیں ؟	حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ	۴۵
مبارک آنکھ (نظم)	درِّ ثمین	۴۶
اہم مرکزی اعلانات	قائدین مجلس انصار اللہ مرکزیہ	۴۷

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم - مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ - مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۶　　ماہنامہ **انصار اللہ** ربوہ　　شمارہ ۷

۱۵ جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

لقائے الٰہی کے حصول کا قرآنی طریق

خدا میں ہو کر مجاہدہ اور اُس کی بنیادی اہمیت

انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید و احیائے دین اور غلبۂ اسلام کی غرض سے دنیا میں مبعوث ہوئے تو اُس وقت تک مسلمانوں میں جہاں اور بہت سی رسوم و بدعات اور اسی طرح خلافِ اسلام عقاید و نظریات راہ پا چکے تھے ایک یہ غلط نظریہ بھی ان میں راسخ ہو گیا تھا کہ خدا یابی اور لقائے الٰہی کے لئے کسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں، صرف کسی ایسے ولی اللہ یا پیرِ کامل کا دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے جو ایک پھونک مار کر یا ایک نگاہ ڈال کر چشم زدن میں ہزار بد اعمالیوں کے باوجود ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دے۔ ہر چند کہ قرب الٰہی کے حصول اور ولایت کے مقام تک پہنچنے کا یہ نرالا طریق قرآن مجید کی تعلیم کے سراسر خلاف تھا اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل سے اس کا غلط ہونا ظاہر و باہر تھا پھر بھی یہ پذیرائی پذیر ہوا۔ یہ عقیدت رکھنے والے بے شمار مسلمان اس کے قائل ہو کر مجاہدات اور شب بیداریوں سے بچتے اور کثیر بے عملی کا شکار ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو مبعوث ہی تجدید و احیائے دین کی غرض سے ہوئے تھے اس غلط نظریہ کے خلاف بھی پُر زور جہاد کرنا پڑا۔ آپ نے اس بارہ میں قرآن مجید کی اصل تعلیم کو پیش کر کے بڑی شد و مد کے ساتھ اس نظریہ کی پُر زور تردید فرمائی اور دلائل و براہین کی رو سے اسے بے دینی اور ہلاکت کی راہ

قرار دیا۔ آپ کا یہ عظیم الشان کارنامہ خود آپ کے اپنے اصحاب میں عظیم الشان روحانی انقلاب پیدا کرنے اور انہیں صحیح معنوں میں مجاہد فی سبیل اللہ بنانے اور انہیں مقربین الٰہی میں شامل کرنے کا موجب بنا۔

قبل اس کے کہ ہم اس غلط نظریہ کی تردید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیش قیمت تحریرات پیش کریں اس بارہ میں قرآن مجید کی بنیادی تعلیم پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ تاکہ اسلام کی رو سے اس نظریہ کا بالبداہت غلط ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں روحانی کمال کے حصول کے سلسلہ میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ انسان مجاہدہ سے بے نیاز ہو کر کسی کی پھونک یا نگاہ کی برکت سے چشم زدن میں ولی بن سکتا ہے۔ ایک حتمی اور یقینی قانون اس بارہ میں اس نے یہ بیان فرمایا ہے کہ :-

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (نجم ۵۴) — اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان مجاہدہ نہ کرے اور کسی قسم کی کوشش عمل میں نہ لائے اور پھر بھی کوئی روحانی مقام حاصل کر لے۔ حقیقی اور جس پایہ کی وہ کوشش کرے گا اس کے مطابق ہی اسے روحانی کمال حاصل ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی قسم کے اعمال نہ بجالائے، سرے سے کوئی کوشش ہی نہ کرے۔ اور اس کے باوجود کسی کی ایک پھونک یا ایک نگاہ اسے روحانی علو و ارتفاع کے ایسے مقام پر پہنچا دے کہ وہ یکدم ولی بن جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے اور روحانی علو و ارتفاع حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ترغیب دلانے کی غرض سے یقین دلایا ہے کہ ان میں سے جو لوگ بھی مجاہدہ کریں گے ہم روحانی ترقی کی راہیں ان پر کھول دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے ہوئے اپنی کوشش اور استعداد کے مطابق درجات پاتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (عنکبوت ۷۰) — اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے اور اللہ تعالیٰ یقیناً محسنوں کے ساتھ ہے۔

اب چونکہ روحانی ترقی مجاہدہ کے ساتھ وابستہ ہے یعنی جس قدر مجاہدہ کوئی کرتا ہے اس کے مطابق ہی وہ عنداللہ حصول درجات کا مستحق قرار پاتا ہے، اس لئے فی الحقیقت خدا کو پانے اور اس کی جناب میں مراتب عالیہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مجاہدہ بھی معمولی نوعیت کا نہ ہو بلکہ حدِ کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ وہ حدِ کمال کیا ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے صرف ایک لفظ میں دیا ہے اور وہ ہے "گد" چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (الانشقاق آیت ۷)

اے انسان تُو اپنے رب کی طرف پورا زور لگا کر جانے والا ہے اور پھر اسے ملنے والا ہے (یعنی اس سے پہلے نہیں)

اس آیت میں لقائے الٰہی کے حصول کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ انسان اس حد تک مجاہدہ کرے کہ اپنا پورا زور صرف کر ڈالے۔ کَادِحٌ، کَدْحٌ سے اسم فاعل ہے اور کَدْح کے معنے ہیں پوری محنت کرنا ایسی محنت کہ جس کا جسم پر اثر ظاہر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ اقرب الموارد میں لکھا ہے وَقِيْلَ الْكَدْحُ جُهْدُ النَّفْسِ فِي الْعَمَلِ وَالْكَدُّ فِيْهِ حَتّٰى يُؤَثِّرَ فِيْهَا یعنی بعض لغوی کہتے ہیں کہ کدح اس کام کو کہتے ہیں جو اتنی محنت سے کیا جائے کہ انسان کی صحت برباد ہوتی دکھائی دے۔ اس کی ہڈیاں گھل جائیں اور اس کے جسم کے اندر تک اثر پہنچ جائے۔ اسی لئے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے رستہ کا ملنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ اس غرض کے لئے انسان کو اتنی سخت محنت کرنی پڑتی ہے کہ اس کی ہڈیوں تک اثر پہنچ جاتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ لقائے الٰہی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب انہیں ایمان نصیب ہو گیا تو کچھ دیر بیٹھ کر ایمان کی باتوں کا مزہ لے لینے اور نماز روزہ وغیرہ ادا کر لینے سے ہی ان کی روحانیت کامل ہو جائے گی۔ حالانکہ روحانیت کامل ہوتی ہے۔ اس غم کی وجہ سے جو عشق سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کے اثر سے انسان کی ہڈیاں تک گھل جاتی ہیں۔ جب تک انسان کے دل میں رغبت پیدا نہ ہو، یہ غم پیدا نہ ہو، یہ عشق اور محبت پیدا نہ ہو، اس وقت تک مُلَاقِیْہِ کا مقام اسے میسّر نہیں آ سکتا۔ باقی نماز پڑھ لینا یا روزے رکھ کر یہ سمجھ لینا کہ میں نے بڑی مشقت برداشت کرلی ہے ایسی باتیں نہیں جو کدح میں شامل ہوں۔ ... کدح اس بات کو کہتے ہیں کہ انسان ایسا عمل کرے کہ یوں معلوم ہو کہ اس کی صحت بگڑ جائے گی۔ اور اس کی ہڈیاں گھل جائیں گی اور اس کا جسم تباہ ہو جائے گا۔ جب انسان اس رنگ میں کام کرتا ہے تب اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بغیر کسی کا اپنی کامیابی کے متعلق امید رکھنا غلطی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم نصف اوّل صفحہ ۳۳۶)

پھر لقائے الٰہی کی خاطر جان کو گھلا ڈالنے والے مجاہدہ کا ایک نہایت ہی اہم اور ضروری حصہ یہ ہے

کہ اس بارہ میں جو آزمائشیں امتحان اور ابتلاء آئیں۔ انہوں نے صبر و استقامت کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھا کر ان میں پورا اترے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ لقائے الٰہی کی تڑپ رکھنے والے مومنوں کو ضرور آزماتا ہے۔ ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں اور وہ ان میں پورے اترتے چلے جاتے ہیں اور جو پورے نہیں اترتے وہ کسی اجر ثواب اور درجہ و مقام کے حقدار نہیں رہتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ راہ سلوک طے کرنے والوں کو آنے والے ابتلاؤں سے خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (عنکبوت ۳)

کیا اس زمانہ کے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہوگا اور وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو ضرور آزمایا جائے گا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ابتلاء کے ذریعہ انہیں آزمایا نہ جائے۔ چنانچہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح الفاظ میں متنبہ کیا ہے کہ ہم مختلف قسم کے ابتلاؤں کے ذریعہ ضرور بالضرور آزمائیں گے اور جو ان آزمائشوں میں کامیاب ہوں گے انہیں ہی انعامات سے نوازیں گے چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

(البقرہ ۱۵۶ تا ۱۵۸)

ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں کی کمی کے ذریعہ سے ضرور آزمائیں گے تو ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے جن پر جب بھی کوئی مصیبت آئے تو وہ گھبراتے نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ ایمان کی آزمائش کے لئے قسم ہا قسم کے ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے اور کسی اجر ثواب یا درجہ و انعام کا مستحق بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک مومن ایسے ابتلاؤں میں پورا اترے حب لقائے الٰہی کے لئے ابتلاؤں سے بھرپور ایسا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے کہ جو اپنے اوپر فنا وارد کرنے کے مترادف

ہو تو پھر کوئی شخص بیٹھے بٹھائے کسی ایک جھٹکے یا ایک نگاہ سے کیونکر ولی بن سکتا ہے۔ قرآن مجید کی رو سے ولایت کا مقام حاصل کرنے کی تو ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے آپ کو کادح بنائے اور امتحانوں اور آزمائشوں میں پورا اترتے ہوئے اس حد تک مجاہدہ کرے کہ گویا اس راہ میں اپنے آپ کو فنا کر ڈالے۔

البتہ یہاں ایک اشکال کو حل کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب لقائے الٰہی کے لئے مجاہدہ ضروری ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم کس غرض کے پیش نظر دیا ہے؟ کیا انبیاء علیہم السلام اور دیگر اولیاء اللہ کی قوت قدسی ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں پر اثر انداز نہیں ہوتی اور اس کے زیر اثر لوگ روحانیت میں ترقی کر کے مدارج عالیہ حاصل نہیں کرتے؟ اس میں شک نہیں صحبت صالحین بہت ضروری ہے اور انبیاء علیہم السلام اور دوسرے اہل اللہ کی قوت قدسی ان کی صحبت میں رہنے والوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ان کے اندر پاک تبدیلی ضرور رونما ہوتی ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ اس صحبت اور قوت قدسی کی بدولت کوئی شخص مجاہدہ سے بے نیاز ہو کر ابتلاؤں سے یکسر چھٹکارا حاصل کر لے اور پلک جھپکنے میں مدارج عالیہ حاصل کر کے ولایت کے مقام تک جا پہنچے۔ اس کے نتیجہ میں نیکیوں کی طرف رغبت پیدا ہو کر مسابقت فی الخیرات کی روح ترقی کرتی ہے جو مہمیز کا کام دے کر صحیح رنگ میں مجاہدہ کرنے اور ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنے کی قوت سے مالا مال کر دیتی ہے۔ اس باطنی قوت سے مالا مال ہو کر انسان سالہا سال کی مسافت مہینوں میں طے کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور مجاہدہ اس کے لئے چنداں مشکل نہیں رہتا۔ مجاہدہ بہر حال کرنا پڑتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ مجاہدہ کے بغیر ہی ولایت کا مقام حاصل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیوی ترقیوں کی طرح روحانی ترقی بھی بتدریج ملتی ہے اور انسان انبیاء علیہم السلام کی قوت قدسی اور صحبت صالحین کے زیر اثر درمیانی ٹھوکروں سے بچ کر درجہ بدرجہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ ولایت کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی عظیم الشان روحانی ترقی کا یہی سِرّ تھا۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے طفیل روحانی ترقی کے میدان میں درجہ بدرجہ بہت سرعت کے ساتھ بڑھتے چلے گئے۔ یہ نہیں ہوا کہ انہیں ابتلاء پیش نہ آئے ہوں اور مجاہدہ نہ کرنا پڑا ہو۔ خود قرآن مجید میں ان کے مجاہدوں، ان پر وارد ہونیوالے ابتلاؤں اور ان کی عظیم الشان قربانیوں کا ذکر موجود ہے۔ یہ انہی مجاہدوں، ابتلاؤں میں ثباتِ قدم اور عدیم النظیر قربانیوں ہی کا تو ثمرہ تھا کہ خدا نے خود ان کی تعریف کی اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی سندِ قبولیت انہیں عطا فرمائی۔ وہ کیوں نہ انہیں سند قبولیت عطا فرماتا جب کہ ان کی صفت ہی یہ تھی کہ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا۔ پس انبیاء علیہم السلام کی قوت قدسی اور صحبت صالحین

ایک مومن کو مجاہدہ سے بے نیاز نہیں کرتی بلکہ اسے اس راہ میں زیادہ گرم جوش اور مستعد بنا کر اسے اللہ تعالیٰ کا فضل جذب کرنے اور مراتب عالیہ حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے۔

ہر چند کہ قرآن مجید کی رو سے یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ روحانی مدارج کے حصول کے لئے مجاہدہ شرط ہے اور مجاہدہ بھی ایسا جو انسان کی جان کو گھلا ڈالنے والا ہو۔ اس کے باوجود اس زمانہ میں جس میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے بے شمار مسلمان ایسے تھے جو اس بات کے دل سے قائل تھے کہ عمل اور مجاہدہ کے چکر میں پڑے بغیر کسی پیرِ کامل کی ایک پھونک یا ایک نگاہ جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتی ہو انسان کو نیک ہی نہیں بلکہ ولی اللہ بنا سکتی ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے تن آسان لوگ جو قربانیاں کرنے اور خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے مجاہدہ کرنے کے لئے تیار نہ تھے آپ کے پاس آکر کہتے تھے کہ اگر آپ فی الواقعہ مسیح موعود اور مامور من اللہ ہیں تو ایک نگاہ ڈال کر ہمیں اسی طرح ولایت کے مقام تک پہنچا دیں جس طرح ان کے اپنے خیالِ خام کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اولیاء اللہ نے سینکڑوں لوگوں کو ولی اللہ بنا دیا تھا۔ آپ ایسے لوگوں کو یہی فرماتے تھے کہ اسلام کسی ایسے جنتر منتر کی تعلیم نہیں دیتا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس طرح ولی نہیں بنایا تو حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کیسے لوگوں کو چشم زدن میں ولی بنا سکتے تھے۔ ولایت کے حصول کی تو ایک ہی راہ ہے کہ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چل کر خدا کے مبعوث کردہ مامور کی صحبت میں عرصہ دراز تک رہے مجاہدہ کرے اور پھر قربانیاں پیش کر کے آزمائشوں اور امتحانوں میں پورا اترے۔ تب وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو اس رنگ میں جذب کرنے کے قابل ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مدارج عالیہ حاصل کرے۔ چنانچہ آپ ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

” یہ جو فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی ہماری راہ کے مجاہد رستہ پا دیں گے اس کے معنے یہ ہیں کہ اس راہ میں پیمبر کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنا پڑے گا۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں بلکہ جان دینے کے لئے تیار رہنا اس کا کام ہے۔ سو متقی کی نشانی استقامت ہے جیسے کہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ یعنی جنہوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے اور استقامت دکھائی ہر طرف سے منہ پھیر کر اللہ کو ڈھونڈا۔ مطلب یہ ہے کہ کامیابی استقامت پر موقوف ہے اور وہ اللہ کو پہچاننا اور کسی ابتلا اور زلزل

اور امتحان سے نہ ڈرنا ہے۔ ضرور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مورد مخاطبہ و مکالمۂ الٰہی انبیاء کی طرح ہوگا۔

بہت سے لوگ یہاں آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پھونک مار کر عرش پر پہنچ جائیں اور واصلین سے ہو جائیں۔ ایسے لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کے حالات کو دیکھیں۔ یہ غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ کسی ولی کے پاس جا کر صدہا ولی فی الفور بن گئے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ جب تک انسان آزمایا نہ جاوے فتن میں نہ ڈالا جاوے وہ کب ولی بن سکتا ہے۔

ایک مجلس میں بایزیدؒ وعظ فرما رہے تھے۔ وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا جو ایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا۔ اس کو آپ سے اندرونی بغض تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ پرانے خاندانوں کو چھوڑ کر کسی اور کو لے لیتا ہے جیسے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر بنی اسماعیل کو لے لیا۔ کیونکہ وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھول گئے ہوتے ہیں وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ سو اس شیخ زادہ کو خیال آیا کہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے۔ کہاں سے ایسا صاحبِ خوارق آ گیا کہ لوگ اسکی طرف جھکتے ہیں۔ اور ہماری طرف نہیں آتے۔ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے بایزیدؒ پر ظاہر کیں تو انھوں نے قصہ کے رنگ میں یہ بیان شروع کیا کہ ایک جگہ مجلس میں رات کے وقت ایک لمپ میں پانی سے ملا ہوا تیل جل رہا تھا۔ تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کو کہا تو کثیف اور گندہ ہے اور باوجود کثافت کے میرے اوپر آتا ہے۔ میں ایک مصفّا چیز ہوں اور طہارت کے لئے استعمال کیا جاتا ہوں لیکن نیچے ہوں اس کا باعث کیا ہے؟ تیل نے کہا کہ جس قدر صعوبتیں میں نے کھینچی ہیں تو نے وہ کہاں جھیلی ہیں جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب میں بویا گیا زمین میں مخفی رہا۔ خاک ہوا۔ پھر خدا کے ارادہ سے بڑھا۔ بڑھنے نہ پایا کہ کاٹا گیا۔ پھر طرح طرح کی مشقتوں کے بعد صاف کیا گیا۔ کولہو میں پیسا گیا، پھر تیل بنا۔ اور آگ لگائی گئی۔ کیا ان مصائب کے بعد بھی میں بلندی نہ حاصل کرتا؟

یہ ایک مثال ہے کہ اہل اللہ مصائب و شدائد کے بعد درجات پاتے ہیں۔ لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ فلاں شخص فلاں کے پاس جا کر بلا مجاہدہ و تزکیہ ایک دم میں صدیقین میں داخل ہو گیا۔ قرآن شریف میں دیکھو کہ خدا کس طرح تم پر راضی ہو۔ جب تک نبیوں کی طرح تم پر مصائب و زلازل نہ آویں جنہوں نے بعض وقت تنگ آ کر یہ بھی کہہ دیا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔
اللہ کے بندے ہمیشہ بلاؤں میں ڈالے گئے پھر خدا نے ان کو قبول کیا ۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء بحوالہ ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۵ و ۲۶)

پھر آپ نے مجاہدہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بدوں مجاہدہ کے ولی بننے کی خواہش کو ہلاکت کی راہ قرار دیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے اسی لئے مامور کیا ہے کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی جناب میں درجات عالیہ حاصل کرنے کی اصل اور حقیقی راہ بتاؤں اور وہ یہی ہے کہ روحانی ترقی تدریجاً ہوتی ہے اور اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"سارا مدار مجاہدہ پر ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنی تمام راہیں کھول دیتے ہیں۔ مجاہدہ کے بدوں کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر میں چور کو قطب بنا دیا، دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ایسی ہی باتوں نے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی کی جھاڑ پھونک سے کوئی بزرگ بن جاتا ہے

جو لوگ خدا کے ساتھ جلدی کرتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں ہر چیز کی ترقی تدریجی ہے۔ روحانی ترقی بھی اسی طرح ہوتی ہے اور بدوں مجاہدہ کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور مجاہدہ بھی وہ ہو جو خدا تعالیٰ میں ہو۔ یہ نہیں کہ قرآن کریم کے خلاف خود ہی بے فائدہ ریاضتیں اور مجاہدہ جوگیوں کی طرح تجویز کر بیٹھے۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ میں دنیا کو دکھلاؤں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔"

(الحکم یکم مئی سنہ ۱۹۰۰ء بحوالہ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۲)

پھر یہی نہیں بلکہ آپ نے واضح فرمایا کہ جو لوگ مجاہدہ سے بچ کر کسی کی پھونک یا نگاہ سے ولی بننے کی آسان راہ ڈھونڈتے ہیں۔ ان کا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سرے سے خدا ہی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے اس خواہش کو دہریت کا پہلا زینہ قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اگر انسان چاہے کہ یک دم میں سب کچھ ہو جائے اور معرفت الٰہی کے اعلیٰ مراتب پر یک دفعہ پہنچ جائے تو یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہر ایک کام تدریج سے ہوتا ہے۔ دیکھو کوئی علم اور فن ایسا نہیں جس کو انسان تامل اور توقف سے نہ سیکھتا ہو۔ ضروری ہے کہ سلسلہ وار مراتب کو طے کرے۔ دیکھو زمیندار کو زمین میں بیج بو کر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اول وہ اپنی عزیز شے اناج کو زمین میں ڈال دیتا ہے جس کو فوراً جانور چگ جائیں یا مٹی کھا لے یا کسی اور طرح ضائع ہو جائے مگر

تجربہ اس کو تسلی دیتا ہے کہ نہیں ایک وقت آتا ہے کہ یہ دانے جو اس طرح پر زمین کے سپرد کئے گئے ہیں بارآور ہوں گے اور یہ کھیت سرسبز لہلہاتا ہوا نظر آئے گا اور یہ خاک آمیختہ بیج رزق بن جائیں گے۔

اب آپ غور کریں کہ دنیاوی اور جسمانی رزق کے لئے جس کے بغیر آدمی کچھ دن زندہ بھی رہ سکتا ہے چھ مہینے درکار ہیں۔ حالانکہ وہ زندگی جس کا مدار جسمانی رزق پر ہے ابدی نہیں بلکہ فنا ہو جانے والی ہے۔ پھر روحانی رزق جو روحانی زندگی کی غذا ہے جس کو کبھی فنا نہیں اور وہ ابداً لآباد کے لئے رہنے والی ہے دو چار دن میں کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک دم میں جو چاہے کر دے اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے نزدیک کوئی چیز انہونی نہیں ہے . . . مگر ہاں اس کا قانون یہی ہے کہ ہر ایک کام ایک ترتیب اور تدریج سے ہوتا ہے اس لئے صبر اور حسنِ ظن سے اگر کام نہ لیا جائے تو کامیابی مشکل ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا کہ پہلے بزرگ پھونک مار کر آسمان پر پہنچا دیتے تھے۔ میں نے کہا تم غلطی کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ کا یہ قانون نہیں ہے۔ اگر ایک مکان میں فرش کرنے لگو تو پہلے ضروری ہو گا کہ اس میں کوئی حصہ قابلِ مرمت ہو تو اس کی مرمت کرنی پڑے گی اور جہاں جہاں گندگی اور ناپاکی پڑی ہوتی ہے اس کو فینائل وغیرہ سے صاف کیا جاتا ہے۔ غرض بہت سی تدبیروں اور حیلوں کے بعد وہ اس قابل ہو گا کہ اس میں فرش بچھایا جائے۔ اسی طرح پر انسان کا دل اس سے پیشتر کہ خدا تعالیٰ کے رہنے کے قابل ہو وہ شیطان کا تخت ہے اور سلطنتِ شیطان میں ہے۔ اب دوسری سلطنت کے لئے اس شیطانی سلطنت کا قلع قمع ضروری ہے۔

نہایت ہی بدقسمت ہے وہ انسان جو حق کی طلب کے لئے نکلے اور حسنِ ظن سے کام نہ لے ایک گِل گری کو دیکھو کہ اس کو مٹی کا برتن بنانے میں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ دھوبی ہی کو دیکھو کہ وہ ایک ناپاک اور میلے کچیلے کپڑے جب صاف کرنے لگتا ہے تو کس قدر کام اس کو کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی کپڑے کو بھٹی پر چڑھاتا ہے، کبھی اس کو صابن لگاتا ہے۔ پھر اس کی میل کچیل کو مختلف تدبیروں سے نکالتا ہے آخر وہ صاف ہو کر سفید نکل آتا ہے اور جس قدر میل اس کے اندر ہوتی ہے سب نکل جاتی ہے۔ جب ادنےٰ ادنےٰ چیزوں کے لئے اس قدر صبر سے کام لینا پڑتا ہے تو پھر کس قدر نادان ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کی اصلاح کے واسطے اور دل کی غلاظتوں اور گندگیوں کو دور کرنے کے لئے یہ خواہش کرے کہ یہ پھونک مارنے سے نکل جائیں اور قلب صاف ہو جائے . . . . . .

میں نے جس شخص کا ذکر کیا ہے کہ اُس نے مجھ سے کہا کہ پہلے بزرگ پھونک مار کر غوث و قطب بنا دیتے تھے۔ میں نے اس کو یہی کہا کہ یہ درست نہیں ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون نہیں۔ تم مجاہدہ کرو تب خدا تعالیٰ اپنی راہیں تم پر کھولے گا۔ اس نے کچھ توجہ نہ کی اور چلا گیا۔ ایک مدت کے بعد وہ پھر میرے پاس آیا تو اس کو اس پہلی حالت سے بھی ابتر پایا۔ غرض انسان کی بدقسمتی یہی ہے کہ وہ جلدی کا قانون تجویز کر لیتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ جلدی کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں تو تدریج اور ترتیب ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دہریہ ہو جاتا ہے۔ دہریت کا پہلا زینہ یہی ہے۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ بالکل بڑے بڑے دعوے اور خواہش کرتے ہیں کہ یہ ہو جائیں اور وہ بن جائیں اور یا پھر آخر ارذل زندگی کو قبول کر لیتے ہیں۔"

(الحکم شمارہ جات ۲۴ مارچ تا ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء بحوالہ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۲۶ تا صفحہ ۲۳۰)

اسی لئے آپ نے اپنے متبعین کو مقام ولایت کے حصول کی ترغیب دلاتے ہوئے انہیں فرضی نوعیت کی آسان راہوں سے بچنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مجاہدہ کرنے اور استقامت سے کام لے کر ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورا اترنے کی پر زور تلقین فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:۔

"اپنے آپ کو ٹٹولو۔ اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ تو گھبراؤ نہیں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا صحابہؓ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے؟ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آب پاشی کی، آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ۔ تو آب پاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو، کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول و فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو جو اس وصیت کو وِرد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجا خدا کے سامنے لائے گا اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا اور اس کے دل میں تبدیلی ہوگی۔ خدا تعالیٰ سے نا امید مت ہو۔

بکریماں کارہا دشوار نیست۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو کیا کوئی ولی بننا ہے؟ افسوس انہوں نے کچھ قدر نہ کی۔ بے شک انسان نے (خدا کا) ولی بننا ہے۔ اگر وہ صراط مستقیم پر چلے گا تو خدا بھی اس کی طرف چلے گا اور پھر ایک جگہ پر اس کی ملاقات ہوگی۔ اس کی اس طرف حرکت خواہ آہستہ ہوگی لیکن اس کے مقابل خدا تعالیٰ کی حرکت

بہت جلد ہوگی۔ چنانچہ یہ آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ سو جو باتیں میں نے آج وصیت کی ہیں ان کو یاد رکھو۔ انہی پر مدارِ نجات ہے۔ تمہارے معاملات خدا اور خلق کے ساتھ ایسے ہونے چاہئیں جن میں رضاء الٰہی مطلق ہی ہو۔ بس اس سے تم نے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ الخ کے مصداق بننا ہے "

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء بحوالہ ملفوظات جلد اوّل ص۴۵ و ص۴۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف ملفوظات کے یہ چند اقتباسات جو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم نے یہاں درج کئے ہیں وہ بھی اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ روحانی ترقی ہمیشہ تدریجی ہوتی ہے۔ مدارج عالیہ مجاہدات، قربانیوں اور ابتلاؤں میں کامیابی کے بعد ہی ملتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ کسی کی پھونک یا نگاہ سے ایک انسان چشم زدن میں ولی بن جائے۔ اس طرح ولی بننے کی خواہش ایک باطل خواہش ہے اور ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہے۔ یہ انسان کو ناکارہ بنا کر سرے سے اس قابل ہی نہیں رہنے دیتی کہ وہ قربانیاں کر کے دین کی کوئی خدمت بجا لا سکے اور عنداللہ کوئی مرتبہ و مقام حاصل کر سکے۔ اس خواہش کے نتیجہ میں انسان ترقی معکوس کی راہ پر گامزن ہو کر الٹا دہریہ بن جاتا ہے۔

پس ہمارے لئے از بس ضروری ہے کہ ہم ایک خدائی جماعت کے افراد ہونے کی حیثیت میں اسلام کی اصل تعلیم پر جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے از سر نو پیش کیا ہے۔ دل و جان سے عمل پیرا ہوں اور اپنے عمل سے اس کی پوری حفاظت کریں۔ تاکہ غلط باتیں دین میں دوبارہ راہ نہ پا سکیں۔ وہ باتیں جن سے اسلام میں بگاڑ پیدا ہوا اور جو تعلق باللہ کی راہ مسدود کرنے کا موجب بنیں ان سے خبردار رہنا اور ان سے بہر طور پر بچنا اور اصل اسلامی تعلیم کی حفاظت کرتے ہوئے اسے دوسروں تک پہنچانا ہماری نہایت اہم ذمہ داری ہے۔ اس کے بغیر ہم حفاظت دین کا فریضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔

اگر ہم صحیح معنوں میں انصار اللہ بننا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم روحانی لحاظ سے ترقی کر کے مدارج عالیہ تک پہنچنے کو اپنا مطمح نظر بنائیں اور اس کے لئے اس عظیم الشان مجاہدہ کی راہ اختیار کریں جس پر چل کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدارج عالیہ تک پہنچے۔ ہم آزمائشوں، امتحانوں اور ابتلاؤں میں جن کا آنا بہر حال مقدر ہے پورے اتریں اور مسلسل قربانیاں پیش کر کے نصرت دین کا فریضہ ادا کرتے چلے جائیں اور کبھی اس امر کا خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے راستہ کو چھوڑ کر ہم کسی کی پھونک یا نگاہ سے ولی بن سکتے ہیں جس دن ہم میں سے کسی نے قرآن سے منہ موڑ کر ایسی بظاہر آسان نظر آنے والی کوئی فرضی راہ اختیار کرنا چاہی وہ دن اس کی ہلاکت کا دن ہوگا۔ ولی بننا تو کجا وہ سرے سے اپنا ایمان ہی گنوا بیٹھے گا اور کہیں کا نہ رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اور آپ کے خلفاء نے اپنی قوت قدسیہ کی مدد سے اس زمانہ میں ہمارے لئے مجاہدہ کی راہ آسان کر دی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم صرف اور صرف اس راہ پر ہی چلیں اور ابتلاؤں سے ہراساں ہوئے بغیر صبر اور استقامت کے ساتھ اس پر قدم مارتے چلے جائیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اس راہ پر گامزن ہو کر مدارجِ عالیہ ہمیں حاصل نہ ہوں اور مقربین الٰہی میں شمولیت کا شرف ہمارے حصہ میں نہ آئے۔ یہ مدارجِ عالیہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ہمارے لئے مقدر کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ ینصرك رجال نوحی الیھم من السماء پس ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ نصرت دین کا فریضہ ادا کرنے والے ایسے ہی خوش نصیب رجال میں ہمارا شمار ہو جن کے لئے نوحی الیھم من السماء کا مصداق بننا مقدر ہے۔

اے خدا تو ہمیں غلط راہوں سے محفوظ رکھتے ہوئے مجاہدہ کی اُس حقیقی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرما جو بلاشبہ تیرے مقربین کی راہ ہے۔ آمین اللھم آمین۔

خدا تعالےٰ کو پانے کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔ کسان کو دیکھو کہ جب وہ زمین میں ہل چلاتا ہے اور قسم قسم کی محنت اٹھاتا ہے تب پھل حاصل کرتا ہے مگر محنت کے لئے زمین کا اچھا ہونا شرط ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی اچھا ہو سامان بھی عمدہ ہو، سب کچھ کر بھی سکے، تب جا کر فائدہ پاوے گا لیس للانسان الا ما سعیٰ"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۲۱)

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اِنسان کا سینہ بیتُ اللہ ہے اور دِل حجرِ اسود

خانۂ دِل کو بتوں سے صاف کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو

خدا نے مجھے اسی لئے مامور کیا ہے کہ میں تمہیں بتوں کے استیصال کی راہ بتاؤں

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ سینہ کو بیت اللہ سے اور دل کو حجرِ اسود سے تشبیہہ دے کر خانۂ دل کو بتوں سے صاف کرنے کی نہایت ہی لطیف پیرائے میں نصیحت فرمائی اور پھر احباب جماعت کو یہ بھی بتایا کہ خانۂ دل کو بتوں سے صاف کرنے کا طریق کیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی اسی تقریر دلپذیر کا ایک روح پرور اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے (ادارہ)

"یہ بات بحضورِ دل یاد رکھو کہ جیسے بیت اللہ میں حجرِ اسود پڑا ہوا ہے اسی طرح قلب سینہ میں پڑا ہوا ہے۔ بیت اللہ پر بھی ایک زمانہ ہے آیا ہوا تھا کہ کفار نے وہاں بت رکھ دیئے تھے۔ ممکن تھا کہ بیت اللہ پر یہ زمانہ نہ آتا مگر نہیں۔ اللہ نے اس کو ایک نظیر کے طور پر رکھا۔ قلب انسانی بھی حجرِ اسود کی طرح ہے اور اس کا سینہ بیت اللہ سے مشابہت رکھتا ہے ماسوی اللہ کے خیالات وہ بُت ہیں جو اِس کعبہ میں رکھے گئے ہیں۔ مکہ معظمہ کے بتوں کا قلع قمع اس وقت ہوا تھا۔ جب کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں جا پڑے تھے اور مکہ فتح ہو گیا تھا۔ ان دس ہزار صحابہؓ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قویٰ بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ یفعلون ما یؤمرون! اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے اسی کی تعمیل کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام قویٰ اور جوارح حکم انسانی کے نیچے ہیں۔

پس ماسوی اللہ کے بتوں کی شکست اور استیصال کے لئے ضروری ہے کہ ان پر اسی طرح چڑھائی کی جائے۔ یہ لشکر تزکیۂ نفس سے تیار ہوتا ہے اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو کل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور یہ کیسی سچی بات ہے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں وہ دراصل قلب کے ہی فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے پھر وہ جس عضو کے متعلق ہو وہ فوراً اس کی تعمیل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

غرض اس خانہ کو بتوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے۔ اس جہاد کی راہ میں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو ان بتوں کو توڑ ڈالو گے۔ اور یہ راہ میں اپنی خود تراشیدہ نہیں بتاتا بلکہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں بتاؤں۔ اور وہ راہ کیا ہے؟ میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہ آواز نئی آواز نہیں ہے۔ مکہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا تھا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اسی طرح پر اگر تم میری پیروی کرو گے تو اپنے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اس طرح پر سینہ کو جو طرح طرح کے بتوں سے بھرا پڑا ہے پاک کرنے کے لائق ہو جاؤ گے۔

تزکیۂ نفس کے لئے چلہ کشیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے چلہ کشیاں نہیں کی تھیں اَرَّہ اور نفی و اثبات وغیرہ کے ذکر نہیں کئے تھے بلکہ ان کے پاس ایک اور ہی چیز تھی وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں محو تھے۔ جو نور آپ میں تھا وہ اس اطاعت کی نالی میں سے ہو کر صحابہؓ کے قلب پر گرتا اور ماسوی اللہ کے خیالات کو پاش پاش کرتا جاتا تھا۔ تاریکی کی بجائے ان سینوں میں نور بھرا جاتا تھا۔ اس وقت بھی خوب یاد رکھو وہی حالت ہے۔ جب تک کہ وہ نور جو خدا کی نالی میں سے آتا ہے تمہارے قلب پر نہیں گرتا تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا۔ انسان کا سینہ مہبط الانوار ہے اور اسی وجہ سے وہ بیت اللہ کہلاتا ہے۔ بڑا کام یہی ہے کہ اس میں جو بت ہیں وہ توڑے جائیں اور اللہ ہی اللہ رہ جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِيْ اَصْحَابِيْ۔ میرے صحابہ کے دلوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ دل میں اللہ ہی اللہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ انسان وحدت وجود کے مسئلہ پر عمل کرے اور ہر کتے اور گدھے کو معاذ اللہ خدا قرار دے بیٹھے۔ نہیں نہیں۔ اس سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان کا جو کام ہو اس میں مقصود فی الذات اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ہو اور نہ کچھ اور۔ اور یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست ”

(پرچہ جات الحکم ۳۱ جولائی تا ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء بحوالہ ملفوظات جلد اوّل ص ۱۸۶ تا ۱۸۸)

بُشْرٰی لِتَوَّابٍ اِذَا لَاقَانِیْ

اس توبہ کرنے والے کو خوشخبری ہو جب وہ مجھ سے ملے

لَا تَحْسَبُوا بَرَّ الْفَسَادِ حَدِیْقَةً ۔۔۔ عَذْبَ الْمَوَارِدِ مُثْمِرَ الْاَغْصَانِ

تم ایسے باغ کو جنگل مت خیال کرو ۔۔۔ جس کا پانی میٹھا ہے اور شاخیں پھل دار ہیں

لَا تَظْلِمُوْا لَا تَعْتَدُوْا لَا تَجْرَءُوْا ۔۔۔ وَتَبَاعَدُوْا عَنْ ذَالِكَ اللَّهَبَانِ

ظلم مت کرو، تجاوز مت کرو، دلیری مت کرو ۔۔۔ اور اس بھڑکنے والی آگ سے دور رہو

لَا تُكْفِرُوْا يَا قَوْمِ نَاصِرَ دِيْنِكُمْ ۔۔۔ وَاخْشَوْا الْمَلِيْكَ وَسَاعَةَ اللُّقْيَانِ

میری قوم دین کے حامی کو کافر مت ٹھہراؤ ۔۔۔ اور اس حقیقی بادشاہ کی ملاقات کے دن سے ڈرو

قَدْ جِئْتُكُمْ يَا قَوْمِ مِنْ رَّبِّ الْوَرٰى ۔۔۔ بُشْرٰی لِتَوَّابٍ اِذَا لَاقَانِیْ

میری قوم میں تمہاری طرف خدا کی طرف سے آیا ہوں ۔۔۔ اس توبہ کرنے والے کو خوشخبری ہو جب وہ مجھ سے ملے

اُرْسِلْتُ مِنْ رَّبِّ الْاَنَامِ فَجِئْتُكُمْ ۔۔۔ فَاسْعَوْا اِلٰی بُسْتَانِهِ الرَّيَّانِ

میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا اور تمہاری طرف آیا ۔۔۔ پس خدا تعالیٰ کے تروتازہ باغ کی طرف دوڑو

هٰذَا مَقَامُ الشُّكْرِ اِنَّ مُغِيْثَكُمْ ۔۔۔ قَدْ خَصَّكُمْ بِعِنَايَةٍ وَّحَنَانِ

یہ شکر کا مقام ہے جو تمہارے فریاد رس نے ۔۔۔ تم کو عنایت اور مہربانی کے ساتھ خاص کر دیا

يَا قَوْمِ قُوْمُوْا طَاعَةً لِاِمَامِكُمْ ۔۔۔ وَتَبَاعَدُوْا مِنْ مُّعْتَدٍ لَعَّانِ

اے میری قوم اپنے امام کیلئے فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ ۔۔۔ اور اس شخص سے دور ہو جو حد سے تجاوز کرنے والا اور لعنت کرنے والا ہے

قَدْ جَاءَ يَوْمُ اللّٰهِ فَادْنُوْا وَاتَّقُوْا ۔۔۔ وَتَسَتَّرُوْا بِمَلَاحِفِ الْاِيْمَانِ

خدا کا دن آیا ہے۔ سو سوچو اور ڈرو ۔۔۔ اور ایمان کی چادروں سے اپنی پردہ پوشی کر لو۔

(نور الحق حصہ دوم)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کجاست طالب حق تا یقیں فزا باشد

(خدا کا طالب کہاں ہے تا اس کا یقین بڑھے)

مرا مربّیٔ من زیں گروہ خود کرد است ۔۔۔ بجذبہ کہ نہ حدّش نہ انتہا باشد

میرے مربّی نے مجھے اپنے اس گروہ خاص (عاشقان دین محمدؐ) میں خود داخل کیا ہے ایسے جذبہ کے ساتھ جس کی حد و انتہا نہیں ہے

دو چشم خلق بہ بینید چو ماہ پرتوِ من ۔۔۔ بشرطِ آنکہ زِ ہر پردہ رہا باشد

خلقت کی آنکھیں میری روشنی کو چاند کی طرح دیکھ سکتی ہیں بشرطیکہ انہیں حجابوں سے نجات حاصل ہو

ہزار گونہ نشانہائے صدق بنمایم ۔۔۔ بشرطِ آنکہ بصبر امتحانِ ما باشد

میں انہیں ہزاروں قسم کے نشان دکھاؤں گا۔ بشرطیکہ صبر سے ہمارا امتحان کیا جائے

فلک قریبِ زمیں شد ز بارشِ برکات ۔۔۔ کجاست طالبِ حق تا یقیں فزا باشد

برکتوں کی بارش کی کثرت سے فلک زمین کے قریب آگیا ہے خدا کا طالب کہاں ہے تاکہ اس کا یقین بڑھے

کجا دلے کہ درو خشیّتِ خدا باشد ۔۔۔ کجاست مردمِ چشمیکہ باحیا باشد

ایسا دل کہاں ہے جس میں خدا کا خوف ہو اور آنکھ کی ایسی پتلی کہاں ہے جس میں شرم و حیا ہو

بجاہ و منصبِ دنیا مناز اے ہشیار ۔۔۔ کہ ایں تنعّم و عیشت نہ دائما باشد

اے سمجھدار انسان دنیوی عزت اور عہدوں پر ناز نہ کر کہ تیرا یہ عیش و عشرت دائمی نہیں ہے

چو خواب بگذرد ایں وقتِ خوش کہ میداری ۔۔۔ طمع مدار کہ ایں حالِ را بقا باشد

تیرا یہ اچھا زمانہ خواب کی طرح گزر جائے گا۔ یہ امید مت رکھ کہ یہ حال ہمیشہ اسی طرح باقی رہے گا

([illegible])

اِسلام کی ایک بہت بڑی خوبی

فطری طاقتوں کی مناسب تہذیب و تعدیل

رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ :-

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الشمس کی آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (جس نے اس نفس کو پاک کیا وہ تو سمجھو کہ اپنے مقصود کو پا گیا اور جس نے اسے مٹی میں گاڑ دیا سمجھو کہ وہ نامراد ہو گیا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی پر بہت پُر زور پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے اور وہ یہ کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح فطری طاقتوں کو کچلتا نہیں بلکہ ان کی مناسب تہذیب و تعدیل کے ذریعہ فطرت سے بھی بلند تر مقام کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"حقیقت یہ ہے کہ صحیح تعلیم ہمیشہ فطرت کے مطابق ہوتی ہے جو تعلیم فطرت کے جذبات کو کچلنے والی ہو وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وحی اس لئے نازل ہوتی ہے کہ نفس کو اونچا کیا جائے۔ اس لئے نازل نہیں ہوتی کہ اُسے مارا جائے اور اس کی طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ اسی حکمت کے ماتحت قرآنِ کریم نے رہبانیت سے منع کیا ہے اور اسی حکمت کے ماتحت اس نے طیّب چیزوں کو اپنے نفس پر حرام قرار دے دینا جائز نہیں رکھا۔

دوسرے مذاہب فطرت کی بعض طاقتوں کو کچلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نیکی ہے مگر اسلام اسے نیکی قرار نہیں دیتا اسلام یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر جو قوتیں پیدا کی ہیں صرف ان کا تسویہ ہونا چاہیئے اور ان کے استعمال میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم فطرت کو مار دو بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ تم فطرت سے اونچا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرو کیونکہ فطرت کا علم ایک مجمل علم ہوتا ہے۔ اور مجمل علم سے نجات نہیں ہو سکتی۔ محض کسی کا یہ کہہ دینا کہ فلاں شخص لاہور میں رہتا ہے ہمیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ لاہور کے فلاں محلہ اور فلاں گلی میں رہتا ہے یا فلاں موڑ پر اس کا مکان ہے تاکہ ہمیں اس کی تلاش میں کوئی دقت نہ ہو اور آسانی سے ہم اس کے مکان پر پہنچ سکیں۔ پس قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کے معنے ہوئے کہ اگر تم اپنی فطری طاقتوں کو ابھارتے ہو تو الٰہی مدد کو حاصل کر لیتے ہو۔ اگر تم ان طاقتوں کو دبا لیتے ہو اور اس چیز کو ضائع کر دیتے ہو جو تمہیں

ہتھیار کے طور پر دی گئی تھی تو تم کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ ـــــ

اللہ تعالیٰ نے جس قدر قوتیں پیدا کی ہیں سب انسان کی ترقی اور اس کے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں۔ اور یہ وہ ہتھیار ہیں جن سے مختلف مقامات پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم ان میں سے کسی ایک ہتھیار کو بھی پھینک دیتے ہیں اور اپنی کسی قوت کو لغو قرار دے کر کچل دیتے ہیں تو ہم اپنی کامیابی کی منزل کو اپنے ہاتھ سے دور کرنے والے بن جاتے ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے انسان میں عفو کی بھی قوت پیدا کی ہے اور انتقام کی قوت بھی پیدا کی ہے اور یہ دونوں قوتیں ایسی ہیں جن کا برمحل استعمال دنیا کی ترقی میں بہت محد ہوتا ہے۔ کئی مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں انتقام سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ نہ ہر جگہ عفو قابل تعریف ہوتا ہے اور نہ ہر جگہ انتقام قابل تعریف ہوتا ہے بہر حال یہ دونوں قوتیں اپنی اپنی جگہ نہایت ضروری ہیں لیکن اگر ہم عفو کی قوت کو کچل دیتے ہیں یا انتقام کی قوت کو لغو قرار دے کر اس سے کام نہیں لیتے تو ہم اپنی ناکامی کے سامان آپ مہیا کرتے ہیں۔ کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب فطرت کو کچلا نہ جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر قوتیں پیدا کیے ہیں ان کا جائز اور برمحل استعمال کیا جائے۔ جو شخص اپنی فطرت کو کچل کر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بڑا با اخلاق ہے یا اپنی فطری استعدادوں کو مٹا کر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے نیکی کا بہت بڑا مقام حاصل کر لیا ہے وہ انتہا درجہ کی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ نیکی اس بات کا نام نہیں کہ فطرت کو کچل دیا جائے یا اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ طاقتوں کو ضائع کر دیا جائے بلکہ نیکی یہ ہے کہ فطرت کو بیدار کیا جائے اور ان قوتوں سے صحیح رنگ میں کام لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ جو شخص فطرت کو کچل دیتا ہے اور اس کی قوتوں کو ضائع کر دیتا ہے وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسرے معنوں کی رو سے اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ جس شخص نے اپنی روح کو فطری نور سے ہدایت لے کر ابھارا وہ بامراد ہوا یعنی نورِ الہام کو پا لیا۔ مگر جس نے ایسا نہ کیا وہ نامراد رہا۔ یعنی نہ خود اسے نور براہ راست مل سکے گا اور نہ دوسرے کے طفیل مل سکے گا۔ کیونکہ فطرت تو ایک آئینہ تھی اور فطرت نے ہی شمس سے ری فلیکٹر کے طور پر نور لینا تھا۔ جس نے اس فطرت کو زمین میں دبا دیا اسے روشنی کہاں سے آسکتی ہے وہ تو ظلمت میں ہی گرفتار رہے گا۔ اور ظلمت میں ہی اِس جہان سے گزر جائے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم حصہ دوم صـ۲۸ - صـ۲۹)

اسلامی معاشرہ کی روح

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے)

(۲)

جسم انسانی میں سب سے اہم چیز اس کی روح ہے اور جسمانی اعضاء میں سے اس کا قریب ترین تعلق دل کے ساتھ ہے۔ روح کے بغیر جسم محض ایک بے جان اور بے کار ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ اس کی ساری خوبصورتی رونق اور تروتازگی روح ہی سے ہے۔ درحقیقت روح ہی تمام انسانی اعمال کا حقیقی مقصد و مدعا ہے۔

اسلامی معاشرہ کا جسم بھی ایک روح سے ہی قائم و دائم ہوتا ہے اور وہ روح **تعلق باللہ** ہے۔ اگر کسی معاشرے میں یہ روح مفقود ہے تو وہ اور سب کچھ ہے مگر اسلامی نہیں۔ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔ وہ نور نہیں بلکہ سراسر ظلمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض (سورہ نور) تمام آسمانوں اور زمین یعنی تمام آسمانی نظاموں اور زمینی نظاموں کا نور اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا آخری مقصد و مدعا ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی اور اللہ تعالیٰ کے دم سے ہی ہر چیز قائم ہے (وَھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ) اگر تعلق باللہ زندگیوں کا آخری مقصد نہیں تو کوئی معاشرہ خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے انجام کار ہلاکت کی طرف ہی جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ
تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

یعنی زمانے کو ہم اس بات کی گواہی کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ بزعم خود ترقی یافتہ کامل انسان اور نام نہاد تہذیب و تمدن کے علمبردار کچھ عرصہ کے بعد تباہی سے دوچار ہو جائیں گے اور مرور زمانہ کے ساتھ ساری دنیا ان کے اس انجام کو دیکھ لے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور ایمان کے مطابق مصلحت وقت کی رعایت سے نیک اعمال بجا لائیں اور ایک دوسرے کو اس دائمی صداقت کے اپنانے کی تلقین کریں۔ اور اس راستہ میں خواہ کتنی ہی مشکلات پیش آئیں انہیں صبر سے برداشت کریں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ یعنی

عبادت الٰہی تمام بڑے اور چھوٹے انسانوں تمام خواص و عام کی پیدائش کی علت غائی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (سورۃ علق) اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا مادہ ودیعت کیا ہے۔ بنی نوع انسان کا تمام امن و راحت۔ اطمینان قلب، تعلق باللہ پر ہی منحصر ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (سورۃ الصّٰفّٰت) یعنی ہم نے ان کو چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

یعنی انسان کے اندر یہ فطرتی خمیر ہے کہ وہ کسی کا ہو کر رہنا چاہتا ہے اور یہ فطری جذبہ تسکین پذیر نہیں ہوتا جب تک کہ انسان اللہ تعالیٰ سے وابستہ نہ ہو جائے۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ؛ جس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

تعلق باللہ کے بغیر نہ تو فردی سطح پر اور نہ قومی سطح چہ بین الاقوامی سطح پر سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ یعنی دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وابستہ ہے۔ مراد یہ کہ بندے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس کے فرمانبردار بن کر دنیا میں امن و راحت والا معاشرہ پیدا کریں۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یاد کرے گا اور ان کی تمام مشکلات کو اپنے فضل سے حل کر دے گا۔

تعلق باللہ کی اسی روح کو دوسرے لفظوں میں تقوی اللہ کہتے ہیں۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو معاشرے کو ہلاکت کے تمام مواقع سے صحیح وسلامت بچا لیتا ہے تمام مشکلات میں اسی کی بدولت مومن کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اسی کے طفیل مومنوں پر آسمانی اور زمینی رزقوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نظم لکھتے ہوئے تقویٰ کے مضمون کو بیان فرما رہے تھے تو آپ نے یہ مصرعہ لکھا ؎ "ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے" اس پر دوسرا مصرعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً نازل ہوا ؎ "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

تقوی اللہ کی روح کا ہی دوسرا نام توکل علی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔

(الطلاق آیت ۳، ۴)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا یا جو معاشرہ بحیثیت مجموعی تقوی اللہ کی راہ پر گامزن ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات و مصائب سے نجات پانے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا۔ اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے خیال بھی نہیں ہوگا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر مقصد و کام کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے مقصد اور ارادے کو پورا کر کے چھوڑتا ہے لیکن ہر کام اور ہر چیز کے

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ (سورۃ فتح ۲۹-۳۰)

یعنی اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا اور بظاہر تمہیں اس وقت تمام دنیا پر اسلام کا غلبہ ناممکن نظر آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ یہ گواہی دیتا ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ اسلامی تعلیم کی مخفی قوتوں کو جانتا ہے۔ پھر فرماتا ہے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلہ میں بہت سخت ہیں۔ وہ کفار کی بری باتوں اور بری خصلتوں اور ایذا رسانیوں کے سیلاب کے مقابلے میں ایک پہاڑ کی طرح ہیں جو مضبوطی سے اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ سیلاب کے تھپیڑے اسے ذرہ بھر بھی جنبش نہیں دے سکتے لیکن اس قدر سخت ہونے کے باوجود وہ ایک دوسرے کے لئے بڑے رحم دل اور نرم ہیں ایک دوسرے کے حقیقی ہمدرد ہیں۔ ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں جس طرح کہ ایک جسم کے اعضاء باہم متصل ہوتے ہیں تو پھر فرماتا ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں یعنی اس کے فضل اور رضا کے طلب گار ہیں اور اس کے حکم کی انتہائی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ ان کی فرمانبرداری اور عبودیت کی وجہ سے ان کے چہروں میں ایک نور نظر آتا ہے۔ وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے متلاشی رہتے ہیں۔ فردی سطح پر بھی اور قومی سطح پر بھی۔ ان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کا قبلہ و کعبہ ہوتا ہے۔ جس کے گرد وہ ہر وقت گھومتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اسی باطنی حج کے مقابل پر وہ ظاہری حج بھی کرتے ہیں۔

یہ وہ مثالی اسلامی معاشرہ تھا جو دنیا میں قائم ہوا اور جس کی برکتوں سے زمین و آسمان بھر گئے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی۔ دنیا میں انھوں نے ایک جنت قائم کرکے دکھا دی۔ تمام رنجشیں اور فساد ختم ہوگئے۔ تمام رقابتیں اور حسد جاتے رہے جنت کی طرح سلامًا سلامًا کا شور بلند ہوا ونزعنا ما فی صدورھم من غل کا نظارہ دنیا نے دیکھ لیا آپ بھی انہوں نے امن حاصل کر لیا۔ ہاں ہر رنگ کا امن فردی۔ قومی اور اجتماعی۔ پھر تمام دنیا کو انہوں نے امن کا پیغام دیا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب اسلامی فوجوں کو خلافت راشدہ کے زمانہ میں عارضی طور پر ایک علاقہ خالی کرنا پڑا تو اس وقت اس علاقے کے عیسائی بوڑھے جوان عورتیں اور بچے زار و قطار روتے ہوئے شہر سے باہر نکل آئے اور مسلمانوں کو کہتے تھے کہ خدا تمہیں پھر ہمارے درمیان واپس لائے۔ ہمارے ہم مذہب عیسائی حکام نے ہم پر ظلم کیا۔ لیکن تم لوگوں نے ہمیں امن کا پیغام دیا۔ خدا تمہیں فاتح و کامران کرے اور پھر واپس لائے۔ صحابہ والے اس معاشرے کا قیام دنیا میں پھر مقدر ہے جیسا کہ و اخرین منھم لما یلحقوا بھم (سورہ جمعہ) سے ظاہر ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود

لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اندازہ اور قانون مقرر کیا ہوا ہے جس کے تحت وہ کام یا وہ چیز اپنے کمال کو پہنچتی ہے

پس اسلامی معاشرہ کی روح اللہ تعالیٰ کا تعلق اس پر توکل اور تقویٰ ہے جو لوگ اس چیز کو بنیاد بنا کر معاشرے کی تعمیر کریں گے وہ کامیابی کا مونہہ دیکھیں گے اور وہی لوگ ہیں جن کے معاشرے کو زندہ معاشرہ کہا جاسکے گا تعلق باللہ کے بغیر حسین سے حسین معاشرہ زیادہ سے زیادہ ایک حسین لاش سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے کیونکہ زندگی کی روح اس میں مفقود ہے۔ جو لوگ اپنے معاشرے کی تعمیر عارضی اور فانی دنیاوی مقاصد پر رکھتے ہیں ان کی تعمیر شدہ عمارات جلد یا بدیر ان کے اپنے ہاتھوں سے یا آسمانی قضاء و قدر کے ہاتھوں سے تباہ کر دی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تَكَ نُرِيَ آيَاتٍ وَّنَهْدِمُ مَا يَعْمُرُوْنَ۔ یعنی تیرے لئے ہم نشان دکھائیں گے اور جو بستیاں لوگ آباد کرتے چلے جارہے ہیں انہیں گرادیں گے۔

مسلمانوں کے عام معاشرے کی بھی آج کل یہی حالت ہے وہ دراصل ختم نبوت کے نہیں بلکہ ختم تعلق باللہ کے قائل ہیں۔ اسی لئے وہ اس بات پر حیرانی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ایک شخص ان کو زمین سے اٹھاکر اور زمینی لذات کا دودھ چھڑا کر آسمان کی بلندیوں سے ہمکنار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے مبعوث ہو گیا۔

پس وہی معاشرہ زندہ معاشرہ کہلانے کا مستحق ہے اور اسی کو دائمی اور پائیدار زندگی حاصل ہوسکتی ہے جو تقویٰ اللہ کی بنیادوں پر قائم ہو جس میں فرد اور قوم کے ہر حرکت و عمل میں تقویٰ اللہ کی روح جاری و ساری ہو اس کے بغیر سوائے ہلاکت اور تباہی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اپنے کاموں کی بنیاد مصلحتِ وقت اور سیاست اور عارضی فوائد پر رکھنا ہے اسلامی نقطۂ نگاہ سے انتہائی ظلم ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى	کیا وہ لوگ جو اپنے معاشرے کی عمارت کی
مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ	بنیاد اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی رضا پر رکھتے ہیں
اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ	بہتر ہیں یا وہ لوگ جو اپنی عمارت کی بنیاد ایک کمزور گرنے
هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ	والے کنارے پر قائم کرتے ہیں اور وہ کنارہ ان کے
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ	سمیت جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں
(التوبہ ۱۰۹)	کو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا میں ایک معاشرہ قائم کیا گیا ہے اور اس کا نقشہ قرآن کریم میں اس طرح کھینچا گیا ہے :-

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم والا معاشرہ پھر قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جودِ الٰہی نے مقرر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہ کے رنگ میں لائے گا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۲)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں :-

مسیح وقت اب دنیا میں آیا — خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا — صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ایسے معاشرے کے قیام کی پیشگوئی قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔ سورۃ فتح کی جو آیات اوپر نقل کی گئی ہیں ان کے معاً بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا (سورۃ فتح ۳۰)

یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی مندرجہ بالا صفات اور ان کے قائم کردہ مثالی معاشرہ کی پیشگوئی تورات میں کی گئی تھی۔ اور انہی میں سے ایک دوسرے گروہ کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان احمدیت سے خاص طور پر تربیت یافتہ ہوگا اور جن کے درمیان آپ مثیل عیسےٰ علیہ السلام کے طور پر جمالی رنگ میں نزول فرمائیں گے ان کی پیشگوئی انجیل میں بیان کی گئی ہے۔ وہ ایک ایسی کھیتی کی طرح ہوں گے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے۔ پھر اس کمزور سبزے کی کونپلیں مضبوط ہو جائیں گی۔ پھر ان میں موٹائی اور وسعت پیدا ہو جائیگی پھر وہ مضبوطی سے زمین پر قائم ہو جائیں گی۔ تب وہ کھیتی یا باغ بہت ہی پسندیدہ نظر آئے گا اور اس کا مالک اسے دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔ اور دنیا کے دیگر اہل مذاہب ان کے اس مثالی معاشرے کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوں گے کہ یہ مضبوطی اخلاقی۔ روحانی، تمدنی و معاشرتی خوبصورتی انہیں کہاں سے حاصل ہوگئی۔ اس وقت ان کے دشمن ان کی ترقیات کو دیکھ کر اندر ہی اندر جلیں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس قسم کے مومنوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی تمام کمزوریوں پر مغفرت کی چادر ڈال دے گا اور دین و دنیا میں وہ اللہ تعالےٰ کی جناب سے عظیم الشان اجر پائیں گے۔

اسی قسم کی صفات کی حامل جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کرنا چاہتے تھے اور احمدی معاشرے کی بنیاد بھی تقویٰ اللہ ہی ہے اگر ہم احمدیت کے ذریعے قائم ہونے والے مثالی معاشرے کے قیام میں حصہ دار بننا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں تمام سیاسیوں اور وقتی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ٹھیٹھ اسلامی تقویٰ کا نمونہ قائم کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی روح کو اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں اب حضور علیہ السلام کے بعض ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ آپؑ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھتے وقت فرمایا:-

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمیٔ طائفۂ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں۔ اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے کہ میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید

سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا۔ اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے۔ غافل نہیں ہوں گا۔ اور ان کی زندگی کے لئے موت تک سے دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا۔ جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبۃ النصوح اور پاکیزگی. نیکی۔ امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہو گا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اسکی آبپاشی کرے گا۔ اور اس کو نشوونما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر اک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فالحمد للہ اوّلاً و آخراً وَظاہراً وَ باطناً۔ اسلمنا لہٗ ہو مولانا فی الدنیا والآخرۃ نعم المولیٰ ونعم النصیر"

(ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۸۴۹ تا ۸۵۲)

آپؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

"ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے۔ جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا" (کشتی نوح)

ایک اور جگہ آپؑ بتاتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے تاکہ ہم مسلمان ہو کر آپؑ کی جماعت میں شمار

ہوں فرماتے ہیں :-

"پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کریگی نیس اے وے تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہ پر قدم مارو گے سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو۔ اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو۔ اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو۔ جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ۔ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دل گیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا در حقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آ جاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۴-۱۵)

آپ مزید فرماتے ہیں :-

"ان سب باتوں کے بعد میں پھر کہتا ہوں کہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی

ہے ظاہر کچھ نہیں خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کے مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے اور رشوت سے اور ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پنج گانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو قرآن کے خلاف نہیں ہیں ان کی بات نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔۔۔۔

ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن، مرتشی، غاصب۔ ظالم، دروغ گو، جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے ۔ اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے ۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو

اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا۔ وہ ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے۔ کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۹)

" سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۴)

" مبارک وہ شخص جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے انوار کو اپنے اندر جذب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے ذریعہ سے دنیا میں ایک زندہ و درخشندہ جنت نظیر مثالی اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہر فرد بشر کی زندگی کا مقصد و مدعا ہو۔ آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے ذریعہ سے ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ایسا مثالی معاشرہ دنیا میں عالمگیر سطح پر قائم ہو کر رہے گا۔ نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

یعنی زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے مقاصد کے قیام میں اس کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان پر خوش ہوتا ہے۔ دنیا بھی ان پر ہمیشہ درود بھیجتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی لوگوں میں شامل کرے۔ آمین۔

وَآخِرُ كَلِمِنَا حَمْدٌ وَّشُكْرٌ لِرَبٍّ مُحْسِنٍ ذِي الْاِمْتِنَانِ

اطاعت کا معیار

مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے۔ قائد عمومی مجلس مرکزیہ

ایک مومن کو جب کسی امر کے متعلق اس کے مرشد اور مامور من اللہ کے عندیہ اس کی رائے اور اس کے فیصلہ کا علم ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنی رائے کو چھوڑ دیتا۔ اپنے مرشد کی رائے اور اس کے فیصلہ کو بشاشت قلب کے ساتھ تسلیم کر لیتا ہے اس سے سر مو انحراف اس کی شان کے شایاں نہیں ہوتا کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۝ (الحجرات)

یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات کے بالمقابل اپنی بات اور اپنی رائے پر قائم رہنا تقویٰ سے بعید ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے :-

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡہَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَہۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ (الحجرات)

یعنی اے مومنو! نبی کی آواز پر سر تسلیم خم کر دو اور اپنی بات پر اڑے نہ رہو۔ کیونکہ اس کا قول۔ قول فیصل ہے اس کی بات پر جرح قدح اور بحث و تمحیص شروع نہ کر دو۔ کہ یہ طریق ایک مومن کی شان سے بعید ہے۔ پھر اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ۔ لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ

دیکھو تم میں خدا کا رسولؐ موجود ہے جو ہر آن خدا سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ پس تم اس کی بات مانو کیونکہ وہ خدا سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اگر تم اپنی بات پر اڑے رہو اور مصر رہو کہ تمہاری بات درست ہے اور خدا کا رسولؐ اکثر امور میں تمہاری بات مانتا چلا جائے تو یہ امر تمہارے لئے تکلیف دہ ثابت ہوگا کیونکہ تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکو گے جب تک کہ خدا اور اس کے رسولؐ کی بتائی ہوئی راہ کو اختیار نہ کرو گے۔

پس ایک مومن کو جب ایک امر کے متعلق اپنے مرشد کی رائے اس کا عندیہ اور اس کا فیصلہ معلوم ہو جائے

تو وہ اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے وہ اس کی تاویل شروع نہیں کر دیتا۔ کہ نبی اور مرشد کے سامنے پورے حالات و واقعات نہ تھے یا یہ کہ نبی اور مرشد بشری کمزوریوں کے باعث اس قابل نہ تھا کہ تمام حالات کا جائزہ لے سکتا وغیرہا اس قسم کی باتیں کمزوری ایمان کی دلیل ہوتی ہیں جن سے ایک سچا مومن ہمیشہ پرہیز کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۔ (الحجرات) یعنی نبی اور مرشد کے علم اور اس کی رائے کی صحت کے بارے میں شک و شبہ کفر فسوق اور عصیان کی وجہ سے ہوتا ہے جن سے مومن کوسوں دور رہتا ہے اور انہیں شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ہمارے ہاتھ پر بیعت تو یہی کی جاتی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا اور ایک شخص کو جسے خدا نے اپنا مامور کر کے دنیا میں بھیجا ہے اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے جس کا نام حکم اور عدل رکھا گیا ہے اپنا امام سمجھوں گا۔ اس کے فیصلہ پر ٹھنڈے دل اور انشراح قلب کے ساتھ رضامند ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ عہد اور اقرار کرنے کے بعد بھی ہمارے کسی فیصلہ پر خوشی کے ساتھ رضامند نہیں ہوتا بلکہ اپنے سینہ میں کوئی روک اور اٹک پاتا ہے تو یقیناً کہنا پڑے گا کہ اس نے پورا تبتل حاصل نہیں کیا اور وہ اس اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچا جو متبتل کا مقام کہلاتا ہے بلکہ اس راہ میں ہوائے نفس اور دنیوی تعلقات کی روکیں اور زنجیریں باقی ہیں۔ اور ان حجابوں سے وہ باہر نہیں نکلا جن کو پھاڑ کر انسان اس درجہ کو حاصل کرتا ہے جب تک وہ دنیا کے درخت سے کاٹا جا کر الوہیت کی شاخ کے ساتھ ایک پیوند حاصل نہیں کرتا اس کی سرسبزی و شادابی محال ہے"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۳۵۹)

ارشاد بالکل واضح ہے کہ ایک مومن اپنے آقا کے فیصلہ پر ٹھنڈے دل اور انشراح صدر کے ساتھ رضامند ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنے دل میں کسی قسم کی خلش محسوس نہیں کرتا۔ کہ تبتل کا اصل یہی مقام ہے۔ ایک مومن کے لئے انبیاء اور مامورین کے خلفاء کی اطاعت اور ان کے احکامات پر سر تسلیم خم کرنا بھی اسی طرح ضروری ہوتا ہے جس طرح مامورین کے احکامات اور ان کے فیصلہ جات پر کیونکہ وہ بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے انہی کی ہدایات کی روشنی میں دیکھتے اور انہی کے فیصلہ جات سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

"اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہے ویسے ہی خلفاء کی ضروری ہے ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری

اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ وحی الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے۔ مگر خلیفہ کی اطاعت اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ وحی الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے بلکہ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذ وحی الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے۔ اسی لئے واقف اور اہل علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمت صغریٰ۔ اسی مسجد میں اسی منبر پر جمعہ کے ہی دن حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مونہہ سے میں نے سنا آپ فرماتے تھے کہ تم میرے کسی ذاتی فعل میں عیب نکال کر اس اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتے جو خدا نے تم پر عاید کی ہے کیونکہ جس کام کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں وہ اور ہے اور وہ نظام کا احیاء ہے اس لئے میری فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے تو انبیاء کے متعلق جہاں الٰہی سنت یہ ہے کہ سوائے بشری کمزوریوں کے جن میں توحید اور رسالت میں فرق ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ دخل نہیں دیتا اور اس لئے بھی کہ وہ امت کی تربیت کے لئے ضروری ہوتی ہیں ..... ان کے تمام اعمال خدا تعالےٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ وہاں خلفاء کے متعلق خدا تعالےٰ کی یہ سنّت ہے کہ ان کے تمام وہ اعمال خدا تعالےٰ کی حفاظت میں ہوں گے جو نظام سلسلہ کی ترقی کے لئے ان سے سرزد ہوں گے اور کبھی بھی وہ کوئی ایسی غلطی نہیں کریں گے اور اگر کریں تو اس پر قائم نہیں رہیں گے جو جماعت میں خرابی پیدا کرنے والی اور اسلام کی فتح کو اس کی شکست میں بدل دینے والی ہو۔ وہ جو کام بھی نظام کی مضبوطی اور اسلام کے کمال کے لئے کریں گے خدا تعالےٰ کی حفاظت ان کے ساتھ ہوگی اور اگر وہ کبھی غلطی بھی کریں تو خدا اس کی اصلاح کا خود ذمہ دار ہوگا گویا نظام کے متعلق خلفاء کے اعمال کے ذمہ دار خلفاء نہیں بلکہ خدا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خلفاء خود قائم کیا کرتا ہے"

(الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۵ء)

پس مومن اسی انشراح قلب وصدر کے ساتھ خلیفۂ وقت کے ہر حکم اور ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں جس رضامندی خوشی اور اطمینان کے ساتھ وہ نبی اور مامور کے احکام اور اس کے فیصلہ جات کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ

"اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہے ویسے ہی خلفاء کی ضروری ہے" (امیر المومنین)

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ

یعنی جو شخص میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے اور جو میرے مقرر کردہ امیر کی

نافرمانی کرتا ہے وہ گویا میری نافرمانی کرتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں ایک مومن روحانی نظام کی ہر کڑی کی اطاعت کا وہی نمونہ پیش کرتا ہے جو نبی اور خلیفہ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے پیش کرتا ہے کیونکہ جب وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے منظور کردہ امیر یا کسی اور عہدیدار کی اطاعت کرتا ہے تو وہ خلیفہ ہی کی اطاعت کر رہا ہوتا ہے اور اسی کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس نازک دور میں اطاعت کے اس معیار پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اطاعت کوئی سہل امر نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"کیا اطاعت سہل امر ہے؟ اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں۔ یہ بھی ایک موت ہوتی ہے۔ جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اُتار دی جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔" (الحکم ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

"جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو۔" (البدر ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

مجاہدۂ صحیحہ کی ضرورت

(مکرم قریشی عبدالرحمن صاحب ناظم مجالس انصاراللہ سابق سندھ)

یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ کی متابعت سے سرتابی کر کے خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے گوہر مقصود اس کے ہاتھ نہیں آسکتا چنانچہ شیخ سعدی نے بھی فرمایا ہے :-

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

یعنی صدق وصفا اور زہد و تقویٰ میں کوشش کرو مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ کو ہرگز نہ چھوڑو اور الٹے سیدھے وظیفے اختیار نہ کرو۔ آپ کے اسوہ کو اسوۂ حسنہ جانو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض یہی تھی کہ آپ زیادہ سے زیادہ مخلوق کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کر دیں۔ اور زیادہ سے زیادہ افراد کو منعم علیہ گروہ میں شامل کر دیں۔ ہم لوگوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اٰخرین منھم کے مصداق ہونے کے لحاظ سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم لوگ ایسی جماعت بنیں جیسی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تا اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر گواہ ٹھہرے۔

صحابہؓ کی زندگیوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کے سیکھنے اور تبتل الی اللہ کے لئے کس قدر محنت شاقہ اور تکلیفیں اٹھائیں۔ شب و روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور آپ کے اسوہ کو اپنانے میں ان بزرگوں نے ایک مثال قائم کر دی۔ انھوں نے اس نیکی کے راستہ میں اس قدر جدوجہد کی کہ دنیا میں ہی خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا کی رضا پر راضی ہو گئے اور ان کے لئے خود رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کس طرح صحابہ کرامؓ نے قولاً اور فعلاً رضاء الٰہی کو مقدم کیا اور لذاتِ دنیا اور رذائل نفس سے کنارہ کش ہو گئے۔ وہ بے شک دنیا میں تھے مگر دنیا سے جدا۔ انھوں نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت جہد مسلسل سے وہ کام

کیے

کر دکھایا کہ فرشتے بھی ان خوش نصیبوں پر رشک کرنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت رسول پاک صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے افاضۂ روحانی سے متاثر ہو کر فرماتے ہیں ؎

بس سہل است از دنیا بریدن بیاد حسن و احسانِ محمدؐ

پھر حضورؑ فرماتے ہیں ؎

من اگرے داشتم بال و پرے سے پریدم سوئے کوئے او مدام

مگر یہ لذت اور سرور سوائے مسلسل مجاہدہ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس راستے کی مشکلات کا اندازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل ارشاد سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"انسان جب سفلی زندگی کو چھوڑ دیتا ہے اور بالکل سانپ کی کینچلی کی طرح اس زندگی سے الگ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ وہ بظاہر اس زمین پر چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے اور اس پر قانون قدرت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسا دوسرے لوگوں پر۔ لیکن باوجود اس کے بھی وہ اس دنیا سے الگ ہوتا ہے اور ترقی کرتے کرتے اس مقام پر جا پہنچتا ہے جو نقطۂ نبوت کہلاتا ہے اور جہاں وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کرتا ہے۔ یہ مکالمہ تب شروع ہوتا ہے کہ جب وہ نفس اور اس کے تعلقات سے الگ ہو جاتا ہے تو پھر اس کا تعلق محض اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتا ہے اور اسی سے وہ مکالمہ کرتا ہے۔ انسان کی حالت ایسی واقع ہوئی ہے کہ یہ کبھی نکما یا بیکار نہیں رہتا اور نفس کلام سے کبھی فارغ نہیں ہوتا۔ نفس اور شیطان سے ہی اس کا مکالمہ شروع رہتا ہے۔ اگر کوئی اور بات کرنے والا نہ ہو بعض اوقات لوگ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان بالکل خاموش ہے۔ لیکن درحقیقت وہ خاموش نہیں ہوتا۔ اس کا سلسلہ کلام اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ بہت ہی لمبا ہوتا ہے اور شیطانی رنگ اُسے خود لمبا کرتا ہے اور بے شرمی سے اسے لمبا ہونے دیتا ہے۔ یہ سلسلہ کلام کبھی خیالی فسق کے رنگ میں ہوتا ہے اور کبھی بے ہودہ اور جھوٹی تمناؤں کے رنگ میں۔ اور اس سے وہ کبھی فارغ نہیں رہتا جب تک کہ اس سفلی زندگی کو نہ چھوڑے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ اس قسم کے خطرات اور خیالات کا سلسلہ جسے انسان لمبا نہیں ہونے دیتا اور ایک معمولی خیال آکر دل سے محو ہو جاتا ہے وہ معاف ہیں۔ لیکن جب اس سلسلہ کو لمبا کرتا ہے اور اس پر عزیمت کرتا ہے تو وہ گناہ ہے اور ان کی جواب دہی ضرور کرنی پڑے گی۔ جب انسان ان خیالات کو جو اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں دور کر دیتا ہے اور لمبا نہیں ہونے دیتا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ معافی کے قابل ہیں لیکن

جب ان کے سلسلہ کی درازی میں ایک لذت پڑتا ہے اور ان کو بڑھاتا چلا جاتا ہے تب وہ قابلِ مواخذہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان میں عزیمت شامل ہو جاتی ہے۔

...... یہ کلامِ نفسی بھی دو قسم کا ہوتا ہے کبھی شیطانی جو خیالی فسق و فجور کے سلسلہ میں چلا جاتا ہے اور آرزوؤں کے ایک لمبے سلسلہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب تک انسان ان دونوں سلسلوں میں پھنسا ہوا ہے اسے شیطانی دخل کا بہت اندیشہ ہوتا ہے اور اس امر کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ اس طرح سے نقصان اٹھائے اور شیطان اسے زخمی کر دے مثلاً کبھی کوئی منصوبہ باندھتا ہے کہ فلاں شخص میری فلاں غرض اور مقصد میں بڑا مخل ہے اسے مار دیا جائے یا فلاں شخص نے مجھے تُو کہہ کر بلایا ہے اس کا بدلہ لیا جائے اور اس کی ناک کاٹ دی جائے۔ غرض اسی قسم کے منصوبوں اور ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ یہ مرض سخت خطرناک ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ ایسی باتوں سے نفس کا کیا نقصان کر رہا ہوں۔ اور اس سے میری اخلاقی اور روحانی قوتوں پر کس قسم کا اثر پڑ رہا ہے۔ اس لئے اس قسم کے خیالات سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔ جب کبھی ایسا بیہودہ سلسلۂ خیالات شروع ہو تو فوراً اس کے رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ استغفار پڑھو۔ لاحول کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی مدد اور توفیق چاہو۔ اور خدا تعالیٰ کی کتاب پڑھنے میں اپنے آپ کو مصروف کر دو۔ اور یہ سمجھ لو کہ اس قسم کے خیالی سلسلہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ اگر دشمن مر بھی جاوے تو کیا اور زندہ رہے تو کیا۔ نفع و نقصان پہنچانا خدا تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ کوئی شخص کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ سعدیؒ نے گلستاں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ نوشیرواں بادشاہ کے پاس کوئی شخص خوشخبری لے کر گیا کہ تیرا فلاں دشمن مارا گیا ہے۔ اور اس کا ملک اور قلعہ ہمارے قبضہ میں آگیا ہے۔ نوشیرواں نے اس کا کیا اچھا جواب دیا۔

مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست　　　کہ زندگانیٔ ما نیز جاودانی نیست

پس انسان کو چاہیئے کہ اس امر پر غور کرے کہ اس قسم کے منصوبوں اور ادھیڑ بن سے کیا فائدہ اور کیا خوشی۔ یہ سلسلہ تو بہت ہی خطرناک ہے اور اس کا علاج توبہ استغفار، لاحول، اور خدا تعالیٰ کی کتاب کا مطالعہ ہے بے کاری اور بے شغلی میں اس قسم کا سلسلہ بہت لمبا ہو جایا کرتا ہے۔

دوسری قسم کلامِ نفس کی امانی ہے۔ یہ سلسلہ بھی چونکہ بے جا خواہشوں کو پیدا کرتا ہے اور طمع، حسد اور خود غرضی کے امراض اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے جونہی یہ سلسلہ پیدا ہو فوراً

اس کی صف لپیٹ دو۔ میں نے یہ تقسیم کلام نفس کی جو کی ہے یہ ہر دو اقسام انسان کو انجام کار ہلاک کر دیتی ہیں "

(ملفوظات جلد اوّل، ۳۵۰ تا ۳۵۹)

مندرجہ بالا مشکلات سے سوائے انبیاء کے کوئی انسان بری نہیں ہوتا۔ جو مسلسل مجاہدہ کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے استمداد کرنے میں نہیں تھکتا اور اپنے نفس پر جابر حکمران کی طرح کڑی نظر رکھتا ہے وہ آہستہ آہستہ قوت دیا جاتا ہے تا آنکہ اس کا نفس کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی روح کا تعلق اللہ تعالےٰ سے مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ یہی دعا کرتا رہتا ہے کہ اے خدا میں تجھ سے پیار کرتا ہوں اور تیری ہی رضا کا طالب ہوں، مجھ پر ایسا فضل کر کہ میں اس نقطہ اور مقام تک پہنچ جاؤں جو تیری رضا کا مقام ہے۔

ہماری جماعت جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے " صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" کو " راہ نیکو خدمتے " میں پورے طور پر مجاہدہ کی ضرورت ہے تا وہ منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جاوے،

این سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کمالات کے حصول کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کمالات تو انسان کو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر جن کو سہل نسخہ مسیحؑ کے خون کا مل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے۔ اگر مسیحؑ کے خون سے کامیابی ہے تو پھر ان کے لڑکے امتحان پاس کرنے کے واسطے کیوں مدرسوں میں محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ وہ صرف مسیحؑ کے خون پر بھروسہ رکھیں اور اسی میں کامیاب ہو ویں اور کوئی محنت نہ کریں اور مسلمانوں کے بچے محنتیں کر کر کے اور ٹکریں مار مار کر پاس ہوں۔ اصل بات یہ ہے لیس للانسان الّا ما سعیٰ "

(ملفوظات جلد پنجم صہ ۲۸۹)

آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

مکرم جناب نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔ حقیقت میں یہی بڑا بھاری مقصد ان کے آگے ہوتا ہے۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی۔ یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے بلکہ دکھانا چاہتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔" (ملفوظات جلد سوم ص۱۱)

اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتے میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے۔ اور جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔" (لیکچر لاہور ص۴۷)

اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی بے مثال صفات پر جو یقین حضور علیہ السلام کے ذریعہ حضورؑ کی پاکیزہ جماعت کے دلوں میں پیدا ہوا وہ ظاہر و باہر ہے۔ اس کی تفصیلات میں جانے کی اس وقت ضرورت نہیں لیکن حضور علیہ السلام کی بعثت کے نتیجہ میں جو اثر دوسرے مذاہب کے لوگوں پر ہوا ہے وہ بھی ایک معجزہ سے کسی رنگ میں کم نہیں ہے۔ یہ زمانہ تثلیث کے فتنہ کا زمانہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی توحید کی حقیقت سے

روگردانی اس زمانہ میں ہونا مقدر تھی۔ وہ اس سے پہلے نہ کبھی ہوئی اور نہ کبھی ہوگی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔" (کتاب البریہ ص۲۹۳)

نیز مزید فرماتے ہیں:۔

"چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔" (تبلیغ رسالت جلد ہشتم ص۱۷)

لیکن اب حالات بدل رہے ہیں۔ عیسائیت نے خدا کا تصور جو آج تک پیش کیا ہے۔ اب اس سے نفرت کا جذبہ وسیع اور گہرا ہوتا چلا رہا ہے۔ اور حقیقی خدا جسے اسلام نے پیش کیا ہے اس کی طرف دنیا کا میلان بڑھ رہا ہے۔ پادری برانڈن (Brandon) اپنی کتاب "انسان اور اس کی تقدیر بڑے بڑے مذاہب کی رُو سے" (Man and his Destiny in the Great Religions) میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ موجودہ عیسائیوں کو جو عیسائیت ورثہ میں ملی ہے اس کے متعلق جائز طور پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ اصل عیسائیت ہے اور صحیح خطوط پر اس کی پرورش ہوئی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ان کی تحقیق اور عیسائیت کے عقائد میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی اور کہ وہ اپنے آپ کو اس امر کے مکلف سمجھتے ہیں کہ عیسائیت چاہے کچھ ہی کہتی ہو وہ اپنی تحقیق کے نتائج کو نظر انداز نہ کریں۔ ان کے خیال میں عیسائیت کا یہ عقیدہ کہ ایک منجی خدا نے گنہگار دنیا کو گناہ سے بچانے کے لئے صلیب پر اپنی جان دے دی تھی اور کہ وہ بذاتِ خود دنیا کے خاتمہ کے قریب پھر واپس آئیں گے۔ یونانی، یہودی اور مصری خیالات کا مرہونِ منت ہے۔ موجودہ عیسائیت کی تردید میں وہ یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ پولوس کے خطوط میں یہ بات صاف طور پر عیاں ہے کہ جب وہ اپنے عقائد پیش کر رہے تھے تو چند ایک لوگ ان کی مزاحمت

میں پیش پیش تھے۔ یہ لوگ دراصل وہی تھے جو مسیح کی صحیح تعلیم کے حامل تھے اور جو نہیں چاہتے تھے کہ مسیح کی تعلیم میں رخنہ اندازی کی جائے۔ لیکن پولوس غالب آ گئے۔ اور حضرت مسیح ناصری کی صحیح تعلیم پردہ اخفاء میں چلی گئی۔ یہ مزاحمت کرنے والے لوگ یعنی حواری جیمس اور پطرس اس خیال کے حامل تھے کہ مسیح علیہ السلام یہودی تاریخ کا ایک باب تھے اور زیادہ سے زیادہ انہیں ایک قومی ہیرو کہا جا سکتا ہے اور کہ وہ اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ اسرائیل کا وقار اور ان کی کھوئی طاقت کو واپس لے آئیں۔ ان حواریوں کا یہ بھی خیال تھا کہ مسیح علیہ السلام صرف یہودیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

"Honest to God" حال ہی میں کتاب چھپی ہے۔ اس کتاب پر امریکہ کا رسالہ TIME تبصرہ کرتے ہوئے ماہ اپریل ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں لکھتا ہے:۔

"خدا آسمانوں میں ہے اگرچہ صحیح طور پر یہ معلوم نہیں کہ آسمانوں میں کس جگہ ہے۔ اس کا بیٹا انسانی گوشت پوست میں زمین پر آیا۔ اس نے تبلیغ کی معجزات دکھائے اور اپنی موت کے ذریعہ سے گنہگار دنیا کو نجات دلائی اور پھر مردوں سے جی اٹھا اور آسمان پر چلا گیا۔ جہاں وہ اپنے خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ یہ ہے بائیبل کی تعلیم اور عیسائیوں کا عقیدہ۔ لیکن چونکہ یہ داستان سائنسی دماغ کے لئے بے معنی ہے۔ اس لئے ۴۴ سالہ اینگلیکن بشپ (آف وول وچ) رائٹ ریورنڈ جان اے ٹی رابنسن اپنی ایک تازہ تصنیف میں لکھتے ہیں کہ یہ عقیدہ نہایت مبہم ہے۔

"ان کے خیال میں بائیبل میں سے تمام ایسی باتیں جو محض بے بنیاد قصہ کہانیوں کی صورت میں ہیں نکال دینی چاہئیں"۔

برمنگھم کے ریورنڈ پیٹر ہالس (Peter Hollis) نے رابنسن کے خیالات کی زبردست تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ حیران ہیں کہ بائیبل کو موجودہ صورت میں کب تک پیش کیا جا سکے گا۔ بڑے بڑے پادریوں کے موجودہ رجحانات دیکھ کر یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ دنیا میں ایک رَو چل رہی ہے جو عیسائیت کے انسانی عقل پر بوجھل عقائد کی تحلیل کرنے کے درپے ہے اور کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے لوگوں کے مزاجوں کو فطرت صحیحہ کی طرف لا رہے ہیں۔

حال ہی میں "ڈیگ ہیمر شولڈ جو یونائیٹڈ نیشنز کے سیکرٹری جنرل تھے اور اپنے دفتری فرائض کی سرانجام دہی کے دوران ایک طیارے کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے تھے۔ ان کی اپنی لکھی ہوئی سوانح عمری شائع ہوئی ہے۔ ان کی اس کتاب کا نام ہے MARKINGS (یعنی نشانات) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان ٹائمز

۲۰ مئی ۱۹۶۵ء کے پرچہ میں راؤ محمود علی لکھتے ہیں کہ مسٹر ہیمرشولڈ کو اس وقت حقیقی سکون حاصل ہوا جب خدا ان کی زندگی میں داخل ہوا۔ یعنی جب انہیں اپنے رنگ میں خدا کی معرفت حاصل ہوئی اور گو پھر ان کا خدا کا تصور یہ تھا کہ خدا جبار ہے۔ خدا کے غضب کے خیال کی بجائے ان کے خیال پر خدا کا خوف طاری رہنے لگا۔ زندگی کے اس حصہ میں (یعنی آخری حصہ میں) ہیمرشولڈ کو خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ حاصل ہو گیا تھا اور وہ صرف اور صرف خدا ہی کے آگے جھکتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو کسی رنگ میں بھی تقسیم کر کے اس کا کوئی حصہ کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ کا تصور کرتے ہوئے وہ اس کی ذات اور اس کی صفات میں کسی طرح بھی کسی اور کو شریک کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ خدا کے متعلق ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:-

"Absolute Unity in which there is no trace of duality"

کون انکار کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق اسلامی تصور کو اس فقرے میں بہترین رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے تثلیث کو جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دیا ہے اور کھلے کھلے الفاظ میں اس بات کا ثبوت پیش کر دیا ہے کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

ہیمرشولڈ کی سوانح عمری (Markings) اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اہلِ دانش اب تثلیث کو الوداع کہہ رہے ہیں اور ان کی فطرت انہیں اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائیں۔ اور اس وحدانیت پر ایمان لانے کے بغیر انہیں اپنی روح تسکین سے محرومی کا شکار نظر آ رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اللہ تعالیٰ کی ازلی تقدیروں میں سے ایک تقدیر تھی۔ اور یہ تقدیر اس بات کی ضامن ہے کہ اب فرشتے لوگوں کے دلوں سے ماسوی اللہ کے خیالات کو محو کر کے انہیں حقیقی خدا کی طرف مائل کریں گے۔ کچھ لوگ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور حضور کی تیار کردہ جماعت کی تبلیغی کوششوں کے نتیجہ میں اس طرف آئیں گے۔ اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخفی تقدیروں کے ذریعہ از خود ہی اپنی توجہ کو اس طرف مبذول کر دیں گے۔ اور بالآخر انہیں قبولِ حق کی توفیق ملے گی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ہیمرشولڈ کس زمرہ میں آتے ہیں۔ لیکن وفات سے کچھ عرصہ قبل جب وہ نائیجیریا تشریف لائے تھے تو خاکسار نے نائیجیریا کے

وزیر اعظم آنریبل تفاوا بالیوا (TAFAWA BALEWA) کی موجودگی میں ان کی خدمت میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصنیف لطیف "لائف آف محمد" پیش کی تھی۔ جو انہوں نے بخوشی قبول کی اور پڑھنے کا وعدہ کیا تھا۔ بہرحال وہ چاہے کسی زمرہ میں آئیں۔ یہ بات ہمارے ایمانوں کو تازہ اور مضبوط کرنے والی ہے کہ دنیا کی ایک بہت بڑی عیسائی شخصیت تثلیث سے بیزار تھی اور خدا تعالیٰ واحد کی وحدانیت کی قائل۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کر دوں ...... اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے۔ جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔" (لیکچر لاہور ص۴۷)

زندہ خدا پر زندہ ایمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اپنی دھن میں ایسی لگی ہے کہ اس کو آخرت کا کچھ فکر اور خیال ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ سے ایسے لاپرواہ ہو رہے ہیں گویا وہ کوئی ہستی ہی نہیں۔ ایسی حالت میں جب کہ دنیا کی ایمانی حالت اس حد تک کمزور ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں زندہ ایمان زندہ خدا پر پیدا کرنے کی راہ بتلا دوں" (ملفوظات جلد اوّل ص۳۲۸)

اَنْصَارُ اللّٰہِ

کا

عہد

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا۔ سب مجالس اپنے اپنے اجتماعات میں اسے بالالتزام دہرایا کریں۔ (قائد عمومی)

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

بچوں کا صفحہ

نبی یا رسول کسے کہتے ہیں؟

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کے معنے ہیں خدا سے خبریں پانے والا۔ اور رسول کے معنے ہیں خدا کا پیغامبر انسانوں کی طرف۔

چونکہ خدا تعالیٰ کو انسان اپنے حواس سے محسوس نہیں کر سکتا اس لئے عقلی طور پر وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کارخانۂ عالم کا کوئی خدا ہونا چاہیئے۔ مگر یہ بات یقین کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بوقتِ ضرورت کسی انسان کو چن کر اس سے کلام کرتا ہے اور اسے آئندہ کی خبریں بتاتا ہے اور اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں اُس کی مدد کرتا ہے اور اُسے اپنے مخالفوں پر فتح دیتا ہے۔ چونکہ غیب کا علم کسی انسان کو نہیں ہوتا اس لئے جب وہ باتیں پوری ہوتی ہیں تو لوگ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام اور خدا کی مدد ہے جو اس نبی کے ساتھ ہے۔ پھر جو لوگ نبی کے ساتھ ہو جاتے ہیں وہ مومن یا مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور جو اس کے مخالف رہتے ہیں وہ کافر کہلاتے ہیں۔ بعض نبی علاوہ خدا کو منوانے کے شریعت بھی لاتے ہیں

یعنی ایسی کتاب جس میں احکام ہوتے ہیں کہ ایسا کرو ایسا نہ کرو۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ بعض نبی بغیر نئی شریعت کے بھی آتے ہیں جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا حضرت احمد علیہ السلام۔

سب نبی معصوم ہوتے ہیں۔ یعنی وہ گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خدا کی نافرمانی نہیں کرتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء خاص قوموں یا ملکوں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت احمد علیہ السلام۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملک اور مختلف قومیں مل کر ایک بن گئی ہیں۔ اور زمین کے رہنے والے ریلوں، جہازوں اور ہوائی جہازوں، ٹیلی گراف، ریڈیو اور ٹیلیفون کی وجہ سے ایسے مِل جُل گئے ہیں۔ جیسے ایک شہر کے باشندے اس لئے روئے زمین کی ساری قوموں اور سارے ملکوں کے لئے خدا تعالیٰ نے

ایک مذہب جس کا نام اسلام ہے تجویز کیا۔ اور ایک کامل کتاب جس کا نام قرآن ہے نازل کی جو دنیا کی آخری شریعت ہے اور اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دین کی حفاظت کے لئے مجددوں کا سلسلہ جاری کیا۔ مگر چونکہ اس موجودہ زمانہ میں بداعمالی، بدکاری اور بے ایمانی اپنے کمال کو پہنچ گئی اور لوگوں کو خدا پر سچا ایمان نہ رہا اس لئے چودھویں صدی کا مجدد نبی کا عہدہ پاکر دنیا کی اصلاح کرنے اور اسے ایمان دینے کیلئے تشریف لایا اور اس کا نام احمد (علیہ السلام) ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ احمدی مسلمان کہلاتے ہیں۔

خدا تعالےٰ نے دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک میں نبی بھیجے ہیں۔ چنانچہ بدھؑ، کرشنؑ اور رامچندرؑ ہندوستان میں مشہور نبی گزرے ہیں۔ دیگر ملکوں کے بعض نبی یہ ہیں :- حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت زردتشتؑ، وغیرہ

سب نبیوں کی پوری تعداد ہمیں معلوم نہیں مگر مشہور ہے کہ قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔

مبارک آنکھ

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں
رہ ہیں حق کی قوتیں ان کی چلیں بن کر قطار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری الفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار

سب پیاسوں سے نکوتر تیرے مونہہ کی ہے پیاس
جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار

جس کو تیری دُھن لگی آخر وہ تجھ سے جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ، وہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

(درثمین)

مجالس انصار اللہ کیلئے ضروری ھدایات

برائے سال ۱۹۶۵ء ۱۳۴۴ ہش

قیادت اشاعت:۔ (قائد اشاعت مکرم مسعود احمد خان صاحب)

۱۔ مجلس شوریٰ ۱۹۶۱ء کے فیصلہ کے مطابق ماہنامہ انصار اللہ کی اشاعت کو دو ہزار تک بڑھانے کے لئے مجلس مرکزیہ کا ہاتھ بٹائیں اور کوشش فرمائیں کہ آپ کی مجلس میں اس اہم علمی اور تربیتی رسالہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا ہو جائیں۔ سالانہ چندہ: صرف چھ روپے ہو

۲۔ ہر مجلس کے لئے ضروری ہے کہ چندہ مجلس مقامی سے اپنے لئے مستقل طور پر ایک ماہنامہ جاری کرائے

۳۔ انصار اللہ کو زیادہ سے زیادہ اپنے قلمی جوہر کو ترقی دینے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور ماہنامہ انصار اللہ کے لئے مختلف علمی اور تربیتی موضوعات پر مضامین ارسال کرنے چاہئیں۔

۴۔ دفتر مرکزیہ سے مجلس کی مندرجہ ذیل مطبوعات منگوا کر اراکین میں تقسیم فرمائیں

۱۔ اقتباسات درثمین فارسی، ۲۔ باہمی محبت و اخوت، ۳۔ مقام محمود

قیادت تجنید:۔ (قائد تجنید مکرم پروفیسر حبیب اللہ خانصاحب ایم۔ ایس سی)

۱۔ تمام ایسے احباب کو مجلس انصار اللہ کا رکن بنایا جائے جو گذشتہ سال کے دوران ۴۰ سال کی عمر تک پہنچ چکے ہوں

۲۔ ناظمین اضلاع و ناظمین اعلیٰ اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی ایسی جماعت نہ ہے۔ جہاں مجلس انصار اللہ قائم نہ ہو۔

قیادت ذہانت وصحت جسمانی:۔ (قائد ذہانت وصحت جسمانی مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

۱۔ ہر مجلس سال میں اپنے ہاں کم از کم ایک دفعہ پکنک کا اہتمام کرے۔

۲۔ صحت کو قائم رکھنے کے لئے ہر مجلس اپنے ہاں سال میں کم از کم ایک مرتبہ ورزشی مقابلوں کا اہتمام کرے

قیادت ایثار:۔ (قائد ایثار مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب)

۱۔ تمام مجالس بے کاروں کو روزگار دلانے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

۲۔ ہر مجلس نادار مریضوں کے علاج میں امداد کی طرف خصوصیت سے توجہ دے اور بیماروں کی عیادت کے

نیک کام کی تحریک کرتی رہے

۳ ۔ ہر مجلس نادار افراد کی فہرستیں تیار کرے اور حتی الوسع ان کی امداد کرتی رہے اور غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد کا کام بلا امتیاز مذہب و ملت جاری رکھے۔

۴ ۔ جسم ۔ لباس اور گھر کی صفائی کے علاوہ ماحول کو صاف ستھرا رکھا جائے۔ مکھی اور مچھر کے استیصال کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

۵ ۔ گھروں اور عام گزرگاہوں پر سایہ دار پھل دار درخت لگانے کی تحریک کی جاوے

۶ ۔ بڑی مجالس زیادہ سے زیادہ انصار کو فرسٹ ایڈ سکھانے کی کوشش کریں تاکہ بیماروں کے لئے انصار مفید وجود بن سکیں۔

۷ ۔ مجالس کو اس امر کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ گم شدہ اشیاء ملنے پر ان کو متعلقہ اشخاص تک پہنچایا جائے

قیادت وقف جدید: (قائد وقف جدید۔ مکرم پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ناصر)

۱ ۔ مجلس انصار اللہ کے مقررہ نائب زعیم اپنی جماعت کے سیکرٹری وقف جدید کے ساتھ ہر طرح تعاون کریں۔ اور انصار اللہ کی مساعی سے وقف جدید کے چندہ میں جو زیادتی ہو اس کو نوٹ فرما کر مرکز میں اطلاع بھجوائیں۔

۲ ۔ مجالس اس امر کی نگرانی کریں کہ وقف جدید کے چندہ کی شرح چھ روپے کم از کم ہے۔ کوشش ہونی چاہیئے کہ احباب اپنی مالی حیثیت کے مطابق چندہ کی رقوم میں اضافہ کریں۔

۳ ۔ وقف جدید کے وعدہ کنندگان کی تعداد میں اضافہ کی دو صورتوں کی طرف خاص توجہ دی جائے

(ا) ہر وعدہ کرنے والا اپنے علاوہ اپنی اہلیہ اور بچوں کی طرف سے علیحدہ وعدہ لکھوائے۔

(ب) وہ لوگ جو تا حال اس تحریک میں شامل نہیں ان کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے آگاہ کرکے اس تحریک میں شامل کیا جائے۔

خاکسار شیخ محبوب عالم خالد ایم اے

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۶۵ء

نیک کام کی تحریک کریں

۳- ہر مجلس نادار افراد کی اور یتیموں کی امداد کا کام کرے

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اول

۴- جسم۔ لباس اور گھر کی صفائی۔ انصار اللہ سے کتاب توضیح مرام اور آیات خطبہ نکاح کا امتحان لیا گیا تھا اس امتحان میں مکرم چوہدری عبد اللہ خان کریم صاحب پنڈی اوّل اور مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب شاد چک ۱۷ جھو دوم آئے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

جلال الدین شمس قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

معیار اوّل

محلہ	نام	
دار النصر غربی	حکیم نذیر احمد صاحب	II
"	غلام قادر صاحب	III
کوٹھیاں	غلام حسین صاحب	I
"	احمد علی خان صاحب	I
جھنگ صدر	سراج الدین صاحب	"
"	طفیل محمد صاحب	"
"	ایم علی محمد صاحب	II
"	مختار احمد صاحب	"
"	میاں بشیر احمد صاحب	I
کنری	فضل الدین صاحب طارق	I
"	عبد العزیز صاحب	"
"	سید عمر شاہ صاحب	II
"	ماسٹر فضل کریم صاحب	"
شکلا	اللہ بخش صاحب	"
"	اللہ بخش صاحب اول	II
"	عبد الرحمٰن صاحب	"
محلہ دار الصدر شرقی	عبد الرحمٰن صاحب شاکر	"
	صوفی رمضان علی صاحب	I
محلہ دار الصدر شرقی	فتح دین صاحب	I
	ماسٹر حمید احمد صاحب سیالوی	"
گولبازار	مکرم محمد شفیع صاحب	I
"	خالد احمد صاحب گوندل	III
"	محمد شفیع صاحب پینٹر	"
"	برکت علی صاحب	"
"	عبد الکریم صاحب	IV
"	مکرم صوفی محمد حسین صاحب	"
"	سید بشیر احمد صاحب	I
"	بشیر احمد صاحب	"
"	عبد القادر صاحب	II
"	فتح محمد صاحب	"
دار البرکات	مکرم امام علی صاحب	I
"	ماسٹر ضیاء الدین صاحب	"
"	ملک حبیب الرحمٰن صاحب	"
"	محمد اسمٰعیل صاحب اٹھواری	"
حیدر آباد	مکرم ڈاکٹر کیپٹن عبد السلام صاحب	I
"	نذیر احمد چیمہ	"
"	سردار خان صاحب	II

جہلم شہر	حکیم عبداللہ صاحب	II
"	محمد اقبال صاحب	I
راولپنڈی	مکرم محمد نعیب صاحب عارف	I
"	" محمد احمد صاحب	II
"	بشیر احمد صاحب بھٹی	"
"	قاضی محمد نذیر صاحب	"
"	شیخ غلام علی صاحب	"
"	عبدالقادر صاحب بھٹی	I
"	حافظ امین الحق صاحب	"
"	رحیم بخش صاحب	II
"	چوہدری فضل احمد صاحب	I
"	عبداللہ خان صاحب اوّل	I
"	برکت علی صاحب	"
گولیکی	مکرم پیرزادہ فیض عالم صاحب	"
"	" محمد اکبر صاحب	II
"	" محمد اکبر صاحب سقراط	I
"	ماسٹر اللہ دتہ صاحب	"
دارالصدر غربی	مکرم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب	"
	میاں رشید احمد صاحب	
"	محفوظ الرحمٰن صاحب	II
"	ظہور احمد صاحب باجوہ	I
کوئٹہ	میاں عبدالقیوم صاحب	"
"	صوبیدار محمد شریف صاحب	"
"	میجر محمد عبدالرحمٰن صاحب	"
"	سید عبدالرشید صاحب	"
"	محمد عبداللہ صاحب ڈار	II
"	ملک غلام حسین صاحب	"

کوئٹہ	محمد عیسیٰ	
"	صوبیدار ... ہے اور غریبوں، بیواؤں	
"	شیخ ...	
"	غلام ... نے مکھی اور مچھر کے استیصال	
دارالصدر	مکرم ...	"
جنوبی	" محمد سعید صاحب انصاری	"
"	قریشی مقبول احمد صاحب	"
"	عنایت اللہ خان صاحب	II
"	قاضی محمد یوسف صاحب	I
سیالکوٹ	چوہدری اللہ دتہ صاحب	II
"	محمد اقبال صاحب	I
کراچی	حاجی عبدالکریم صاحب	"
"	سردار محمد صاحب	III
"	احمد مختار صاحب	I
"	محمد عبداللہ صاحب جہر	"
"	محمد شفیع صاحب نجیب آبادی	"
"	شیخ محمود احمد صاحب	II
"	چوہدری عزیز اللہ صاحب	I
"	آفتاب احمد صاحب بسمل	"
"	محمد ابراہیم صاحب	II
"	ملک عبدالرحمٰن صاحب	"
"	چوہدری نذیر احمد صاحب	"
"	مرزا عبدالرحمٰن صاحب	I
"	چوہدری عبدالمجید صاحب	"
لائلپور	مکرم حاکم علی صاحب	"
"	سید عبدالرحمٰن صاحب	II

نیک کام کی تحریک کرتی رہے

۳ - ہر مجلس نادار افراد کی اور یتیموں کی امداد کا کام ...

جسم - لباس اور گھر کی صفائی ...

	صاحب	I
	صاحب	"
	صاحب	"
"		"
"	محمد طالب صاحب	"
دوالمیال	مکرم قاضی ملک عبدالرحمن صاحب	"
گھسیٹ پور	" محمد ملک صاحب	"
سکھر	قریشی عبدالرحمن صاحب	"
"	صوفی محمد شفیع صاحب	"
	خواجہ عبدالعزیز صاحب	"
	نور محمد صاحب چیئرمین	"
	ماسٹر بشیر احمد صاحب	"
چک ۲۷۰/۸ کا چیلو	صوفی غلام محمد صاحب	"
چک ۱۱/۲ چھور	سید علی ہاشم صاحب	"
"	محمد ابراہیم صاحب شاد	" دوم
ڈیرہ غازی خان	محمد صدیق صاحب ہاشمی	"
"	میاں خیر محمد صاحب	II
"	عبدالرحمن صاحب پنشنر	I
"	ملک عزیز محمد صاحب	"
دارالیمن	ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب عثمانی	"
"	حسن محمد صاحب دوکاندار	IV
"	شیخ رشید احمد صاحب	I
"	محمد اسمٰعیل صاحب اسلم	"
"	سردار محمد صاحب کاتب	"
" وسطی	محمد صدیق صاحب دوکاندار	"

دارالیمن وسطی	رحمت علی صاحب ٹھیکیدار	I
" "	بشیر احمد صاحب	II
" شرقی	مظفر حسین صاحب	"
"	بشیر احمد صاحب بھیروی	I
چوہڑ کانہ	شیخ محمد علی صاحب انبالوی	"
"	محمد بوٹا صاحب	II
"	محمد ابراہیم صاحب	"
حافظ آباد	محمد صدیق صاحب	I
	غلام احمد صاحب	"
دارالرحمت غربی	سید محمد شریف صاحب	"
	کیپٹن محمد سعید صاحب	"
"	صوفی عطا محمد صاحب	"
"	محمود احمد صاحب	"
"	حاجی محمد عبداللہ صاحب	"
"	" محمد فضل صاحب	"
"	حکیم عبدالرحمن شاہ صاحب	"
"	خان امیر خان صاحب	"
فیکٹری ایریا	سید محمد محسن شاہ صاحب	II
"	ملک بشارت احمد صاحب	"
"	شیخ محمد انور صاحب	"
دارالرحمت شرقی	مرزا برکت علی صاحب	I
	عبدالقدیر صاحب	"
"	مستری امام الدین صاحب	II
"	سید محمد حسن شاہ صاحب	I
"	عبدالمومن صاحب کاٹھ گڑھی	"
باب الابواب	ملک محمد عبداللہ خان صاحب	"

دارالصدر	جمال الدین صاحب	III
کوئٹہ نیو غازی آباد	مکرم سلطان احمد صاحب	II
پشاور شہر	عبد الغفور صاحب	I
"	چوہدری رکن الدین صاحب	"
"	نیاز قطب احمد صاحب بٹ	II
"	محمد الطاف صاحب	I
"	خلیل الرحمٰن صاحب	II
"	خواجہ محمد شریف صاحب	"
سول لائنز	ملک عبد الجلیل صاحب عشرت	I
لاہور	امیر الدین صاحب	III
"	نعیم احمد شاہ صاحب	II
"	عبد الواحد خان صاحب	"
ملتان	صوبیدار عبد الحمید صاحب	I
چھاؤنی	چوہدری نذیر احمد صاحب	"
"	عبد العزیز صاحب نائب صوبیدار	II
"	عبد الشکور صاحب	I
"	قاضی شریف احمد صاحب	
	سب پوسٹ ماسٹر	I

معیار دوم

گولبازار	محمد حسین صاحب ٹیلر ماسٹر	I
"	مہر دین صاحب	"
"	غلام محمد صاحب مؤذن	"

گولبازار	چوہدری شا	
"	صوفی نو / ہے اور غریبوں، بیواؤں	
"	مرزا	
"	غلا / ئے۔ مکھی اور مچھر کے استیصال	
"		II
"	محمد یاسین صاحب آئل سٹور	×
"	مستری سردار محمد صاحب	I
"	چوہدری اللہ بخش صاحب	"
"	میاں علی گوہر صاحب	"
"	مستری محمد صدیق صاحب	"
"	چوہدری خورشید احمد صاحب باجوہ	"
"	کرم دین صاحب ٹیلر ماسٹر	"
دارالرحمت شرقی	سردار محمد دین صاحب	II
ددالمیال	جمعدار فضل الٰہی صاحب	"
"	کپتان شیر زمان صاحب	"
"	ملک احمد خان صاحب ددکاندار	"
"	صوبیدار عباس خان صاحب	"
"	ملک عبد الحمید صاحب	"
"	مستری غلام محمد صاحب	"
"	جمعدار عبداللہ خان صاحب	"
"	سید بشیر حسین شاہ صاحب	"

هر ایک بگڑی هوئی بات دعا سی

هر ایک زهر آخر اس سے تریاق هو

حضرت مسیح موعود علیه السلام فرماتے هیں :-

''اصل حقیقت یه هے که کوئی انسان نه تو واقعی نجات پاسکتا هے اور نه سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا هے اور نه جیسا که اس سے ڈرسکتا هے جب تک که اسی کے فضل اور کرم سے اس کی معرفت حاصل نه هو - معرفت حاصل نہیں هو سکتی جب تک خدا تعالی کا فضل نه هو - اور نه مفید هو سکتی هے جب تک خداتعالی کا فضل نه هو - فضل کے ذریعه سے معرفت آتی هے - تب معرفت کے ذریعه سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازه کھلتا هے اور پھر بار بار دور فضل سے هی وه دروازه کھلتا رهتا هے اور بند نہیں هوتا - غرض معرفت فضل کے ذریعه سے حاصل هوتی هے اور پھر فضل کے ذریعه سے هی باقی رهتی هے - فضل معرفت کو نهایت مصفی اور روشن کر دیتا هے اور حجابوں کو درمیان سے اٹھا دیتا هے اور نفس اماره کے لئے گرد و غبار کو دور کر دیتا هے اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا هے اور نفس اماره کو امارگی کے زنداں سے نکالتا هے اور بد خواهشوں کی پلیدی سے پاک کرتا هے اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باهر لاتا هے - تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا هوتی هے اور وه اپنی گندی زندگی سے طبعاً بیزار هو جاتا هے - بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعه سے روح میں پیدا هوتی هے وه دعا هے - یه مت خیال کرو که هم بھی هر روز دعا کرتے هیں اور تمام نماز دعا هی هے جو هم پڑھتے هیں - کیونکه وه دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعه سے پیدا هوتی هے وه اور رنگ اور کیفیت رکھتی هے - وه فنا کرنے والی چیز هے - وه گداز کرنے والی آگ هے - وه رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش هے - وه موت هے پر آخر کو زنده کرتی هے - وه ایک تندسیل هے پر آخر کو کشتی بن جاتی هے - هر ایک بگڑی هوئی بات اس سے بن جاتی هے اور هر ایک زهر اس سے تریاق هو جاتا هے،،		(لیکچر سیالکوٹ)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گول بازار ربوه میں طبع هؤا